زینب
از طیبہ ساجد

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

زینب از طیبہ ساجد

قسط نمبر ۴:

میں آپ کے بغیر

جینا نہیں چاہتی تھی

لیکن آپ مجھ سے یہ چاہتی ہیں

اور اگر کوئی ہے کہ جسے میں

خوش کرنا چاہتی ہوں

کہ وہ کوئی آپ ہو

میں آپ کو واپس کرنے

کیلئے کچھ بھی کرتی،

لیکن میں اب جانتی ہوں

کہ یہ ہونا ہی تھا

کیونکہ آپ اب بھی

وہاں سے دیکھ رہی ہیں،

اور میں جانتی ہوں

آپ مجھے دیکھ رہی ہیں،

میں آپ پر فخر کروں گی

میں آپ کی خواہش

پوری کرنے جا رہی ہوں،

آپ مجھے دیکھ کر

مسکرائیں گی،

یہ ایک بیٹی کا وعدہ ہے!

(ایلی بی کو گلیری کی نظم

ایک بیٹی کا وعدہ سے اقتباس)

موحد اور زینب کی تلخ کلامی سے ایک دن پہلے کا واقعہ۔۔۔۔

پچھلا پورا ہفتہ شنایہ یونی نہیں آئی تھی۔۔۔۔وجہ۔۔۔۔!اس کی پھوپھو کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی۔چونکہ وہ روزانہ اکیلی ہی ہوتی تھی اس لئے وہ اور ارسم اکھٹے کافی وقت ساتھ گزارتے تھے۔وہ دونوں فارغ وقت میں کینٹین کے بیک ایریا میں جا کر بیٹھ جاتے اور بہت سی باتیں کرتے۔زینب کی جھجھک ختم ہو گئی تھی اس لئے وہ گھر کی تمام باتیں ارسم سے کرتی جاتی۔

شانزے کی کال کا کہہ کر رات میں بھی موبائل پر وہ دونوں کافی کافی دیر تک بات کرتے تھے۔وہ دونوں ایک دوسرے کو جاننے لگے تھے۔یاں یوں کہا جائے 'ارسم

زینب کے بارے میں بہت کچھ جان گیا تھا۔'

آج وہ ایک ہفتہ بعد یونی آئی تو زینب اسے اپنے اور ارسم کی بات چیت کا بتا رہی تھی اور وہ حیرت سے سب کچھ سن رہی تھی۔آخر میں وہ بس اتنا بولی۔

''زینب تمھیں نہیں لگتا، تم اس سے کچھ زیادہ ہی اٹیچ ہو رہی ہو۔۔''

وہ جو مسکرا کر اسے سب بتا رہی تھی اس کی بات پر زینب کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔شنایہ کی سنجیدہ شکل دیکھ کر وہ بھی یک دم سنجیدہ ہوئی۔

''کیا ہوا شنایہ۔۔۔۔''

''دیکھو، پہلے تو تم نے کبھی کسی لڑکے سے اتنی دوستی نہیں بڑھائی۔ان فیکٹ تم تو میرے کزنز سے بھی کھنچا کھنچا رویہ رکھتی ہو۔پھر یہ کیوں۔۔۔؟''

''شنایہ، وہ بہت کول ہے۔اس کے پاس ہر مسئلہ کا حل ہے۔۔۔۔ہی از۔۔۔۔۔''

وہ الجھی۔وہ شنایہ کو بتانا چاہتی تھی وہ بہت اچھا ہے۔ڈیسنٹ ہے۔

''تم خود بھی کنفیوز ہو۔تم صرف میری کمی پوری کرنا چاہ رہی تھی۔اس کے علاوہ کچھ نہیں۔۔۔۔''

''تمھیں کیا لگتا ہے۔مجھے ہمیشہ کسی کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔''

زینب نے شکایتی انداز سے اسے دیکھا۔شنایہ نے نفی میں سر ہلایا۔اسے سمجھ نہیں آ رہا

تھا وہ اسے اپنی بات کیسے سمجھائے۔اس نے دوسرا راستہ اپنایا۔

''میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر گھر میں کسی کو پتہ چل گیا تو۔۔۔''

''تم مجھے موحد بھائی کا ڈراوا دے رہی ہو۔۔۔۔''

زینب نے بے یقینی سے کہا۔وہ ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی۔

''جب تم جانتی ہو۔پھر کیوں اپنی زندگی میں ایک اور مصیبت پالنا چاہتی ہو۔۔۔''

''ارسم کہتا ہے زندگی کچھ پل کی ہے۔ان کچھ پلوں کو جی لو تو بہتر ہے ورنہ زندگی گزار تو سب ہی رہے ہیں۔۔۔۔''

سر جھٹک کر کہتے ہوئے وہ اٹھی اور اپنا بیگ اٹھایا۔وہ کبھی کبھی شنایہ کی اس بحث سے تنگ آجاتی تھی۔پھر وہ جانے کیلئے مڑی۔

''اس نے تمھیں اس حد تک قائل کیا ہوا ہے کہ تم بس اُسی کے حق میں دلائل دے رہی ہو۔۔۔۔''

www.novelsclubb.com

وہ پیچھے سے بولی تو اس کی بات سن کر زینب دوبارہ بینچ پر ڈھے سی گئی۔کلاس ختم ہونے کے بعد سب سٹوڈنٹس باہر چلے گئے تھے۔وہ دونوں بسس اب اکیلی ہی کلاس کے آخر میں بیٹھیں تھیں۔بالآخر وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

''اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ اس نے مجھے قائل کیا ہے۔میں نے اس کی طرف

خود دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔"

اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔وہ اپنے احساسات شنایہ کو بتانے سے قاصر نظر آرہی تھی۔اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔کچھ دیر بعد وہ بولی تو اس کی آواز بہت آہستہ تھی۔

"میں چاہتی تھی وہ مجھ سے دوستی کرے۔اچھا لگتا تھا وہ مجھے۔اس کے بولنے کا انداز، اس کی مسکراہٹ۔مجھے اپنی طرف کھینچتی تھی۔میں نہیں چھوڑ سکتی اسے۔۔۔"

سر جھکائے اس نے اعتراف کیا تھا اور شانزے نے بے یقینی سے اس کے جھکائے سر کو دیکھا۔اسے زینب سے اتنی صاف گوئی کی توقع نہیں تھی پھر وہ آگے بڑھی اور اس نے زینب کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔زینب نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھی۔اسکے گال بھی آنسوؤں سے تر تھے۔

"اور کیا۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

شنایہ نے سنبھلتے ہوئے اسے مزید بولنے دیا۔

"شنایہ مجھے ارسم میں ابو دیکھائی دیتے ہیں۔اس کی معصومیت،اس کا مسکرانا،اس کا لوگوں کو امید تھمانا۔بابا بالکل ایسے ہی تھے۔میں اُس کے سامنے خود کو بولنے سے روک نہیں پاتیں۔۔۔"

اس نے بہتے آنسوؤں کے درمیان اعتراف کیا تھا اور شنایہ کے تنے اعصاب فوراً ڈھیلے پڑ گئے تھے۔اس نے آہستہ سے زینب کو اپنے ساتھ لگایا۔

"اوکے فائن، ناؤ جسٹ ریلکس۔۔۔۔"

اس کا سر تھپکتے ہوئے وہ اسے حوصلہ دے رہی تھی اور یہی اس کا کام تھا۔پہلے وہ زینب کو ڈانٹتی تھی، پھر اس پہ غصہ کرتی تھی اور پھر فوراً ہی موم کی طرح پگھل جاتی تھی۔

حال:

زینب اور موحد کی تلخ کلامی سے اگلے دن کا واقعہ۔۔۔۔۔

تپتی دھوپ کے ساتھ ساتھ آج موسم میں تناؤ بہت زیادہ تھا۔فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ہوا میں جیسے باسی گلاب کی بُو رچ بس گئی تھی۔ایک ایسی بے بسی فضا میں ٹھہری ہوئی تھی جو طبیعت کو بوجھل کئے ہوئے تھی۔

وہ یونی میں داخل ہوئی تو حسبِ معمول وہ سامنے درخت کے نیچے کھڑا دیکھائی دیا۔بلیو جینز پر ریڈ شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح تر و تازہ لگ رہا تھا۔وہ سیدھا اس کے پاس آئی

تھی۔وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا جواباً وہ بھی پھیکا سا مسکرا دی۔

"کیسے ہو۔۔۔۔۔؟"

پاس پہنچنے پر اس نے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔تم سناؤ۔۔۔؟"

وہ دونوں مل کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔دراصل مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی۔۔۔"

اب کہ زینب سنجیدہ تھی۔چہرے پر رسماً سجائی گئی مسکراہٹ معدوم ہو چکی تھی۔

"کوئی مسئلہ ہے۔۔۔۔؟"

ارسم کا ماتھا ٹھٹکا۔

"ہاں مسئلہ ہے۔لیکن مجھے پتہ ہے تم میری مدد کرو گے۔کرو گے نا۔۔۔۔"

زینب نے رُک کر اُمید سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ کم آن زینب،اب ہم میں یہ تکلف کب آیا کہ تم مجھ سے بات کرنے سے پہلے تمہید باندھو گی۔۔۔۔"

اس نے بے زاری سے کہا۔

"ارسم سوچ لو۔بعد میں مدد کرنے سے مکر نانا۔۔۔۔"

زینب نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔اس نے امی کو بہت امید دلائی تھی تو وہ راضی ہوئی تھی۔اب وہ نہیں چاہتی تھی ارسم انکار کر دے۔لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ ارسم سے زیادہ ہی بڑی امید لگا رہی ہے۔

"مکرتے وہ ہیں جو مخلص نہیں ہوتے اور کم از کم تمھیں میری مخلصی ہر شبہ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔۔۔"

"ایک تو تمھارا یہ اُردو سے رومانس۔۔۔۔"

زینب نے بات کو مزاح کا رُخ دیتے ہوئے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں قدم رکھا۔اندر سے وہ بہت ڈر رہی تھی۔لیکن سامنے اسے شنایہ کھڑی نظر آئی تو اسے زرا حوصلہ ہوا۔

"تم بات بدل رہی ہو۔۔۔۔"

اس کے ساتھ ملتے ہوئے ارسم نے یاد دلایا۔

"بدل نہیں رہی۔ٹال رہی ہوں۔۔۔۔"

کہتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کر شنایہ کو گلے لگایا۔تھوڑا سکون ہوا تھا۔

"تیسرے لیکچر کے بعد کینٹین کے پیچھے والے حصے میں ملاقات ہوتی ہے۔۔۔۔"

گردن موڑ کر ارسم کو دیکھ کر کہتے ہوئے وہ شنایہ کا ہاتھ تھام کر اسے کلاس میں لے گئی۔پیچھے ارسم نے گہری سانس بھری۔

"زینب ایک دفعہ پھر سوچ لو۔۔۔۔"

کلاس میں آکر اپنی مخصوص نشت پر بیٹھتے ہوئے شنایہ نے زینب سے کہا۔رات میں وہ کال کر کے شنایہ کو سب کچھ بتا چکی تھی۔

"شنایہ اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔جیسے موحد بھائی دھمکی دے رہے تھے میں بہت ڈر گئی ہوں۔مجھے جو بہتر لگا بس وہی بات امی سے کر لی۔امی ارسم سے ملنے پر راضی ہو گئی تھیں۔"

اب زینب نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سکون سے کہا تھا۔ارسم کو دیکھ کر جیسے سارے خدشات خود بہ خود دم توڑ گئے تھے اور شنایہ کو زینب کا یہی سکون ہولا رہا تھا۔اسی وقت ارسم بھی کلاس میں داخل ہوا۔

"اور اگر ارسم نہ مانا۔۔۔۔"

شنایہ نے ایک نظر ارسم کو دیکھ کر اعتراض اٹھایا اور زینب کا دل یک دم خالی ہو گیا۔اس سے آگے اس نے کچھ سوچا ہی نہیں تھا۔

ارسم اندر آکر ان سے زرا دور دوسری رو میں بیٹھ گیا۔دور سے اس نے انہیں بات کرتے دیکھ لیا تھا۔

"پھر جو ہو گا اسے میں اپنے اللہ پر چھوڑ دوں گی۔۔۔۔"

جب کوئی جواب نا بن پایا تو اتنا کہتے ہوئے زینب نے چہرہ سیدھا کر لیا۔ جہاں ابھی سر کلاس میں داخل ہوئے تھے۔ شنایہ بھی سیدھا ہوتے ہوئے سر کی طرف متوجہ ہوئی۔

تیسرے لیکچر کے بعد وہ دونوں ٹائم پر کینٹین کے بیک ایریا میں پہنچے اور اپنی اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گئے۔ تپتے سورج کی وجہ سے آج خاصی گرمی تھی۔ موسمِ گرما کا بس آغاز ہو چکا تھا۔ ارد گرد خاموشی تھی۔ کبوتروں کے جوڑے کو آج پھر کوئی نہیں دیکھ رہا تھا کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ تھے۔

بالآخر گہری سانس لے کر زینب نے بِلا تمہید کہنا شروع کیا۔ کبوتروں کے جوڑے سمیت وہاں موجود تمام درختوں کے ایک ایک پتے نے زینب کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔

معمول کی مطابق اس نے ساری بات ارسم کے گوشِ گزار کی اور

ارسم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ اس کی بات سن کر حیرت میں ڈوبا تھا یا اسے موحد پر غصہ آیا تھا۔۔۔۔

زینب نے اپنی بات مکمل کی تو اس نے ارسم کا چہرہ دیکھا۔اس کا دل ڈوب کر اُبھرا۔ کیونکہ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔وہ چند لمحے خاموش رہا۔پھر کسی تنیجے پر پہنچتے ہوئے بس اتنا بولا۔۔۔۔

"میں تیار ہوں۔۔۔۔"

زینب نے بے حد بے یقینی سے اسے دیکھا۔پھر بامشکل بولی۔

"واقعی۔۔۔۔۔۔"

"دیکھو زینب۔۔۔۔۔"

وہ سنجیدہ سا آگے کو ہوا پھر کہنے لگا۔

"ہمیں خود بھی اندازہ نہیں ہے کہ ہمارا رشتہ کیا بن چکا ہے۔تم سمجھتی ہو گی دوستی لیکن مجھے پتہ نہیں کچھ اور ہی محسوس ہوتا ہے۔تمھارے ساتھ گزارا ایک لمحہ بھی میرے لئے بہت قیمتی ہے۔تم خود ہی دیکھ لو اتنا سیریئس مسئلہ تھا اور تم میرے پاس ہی لائی کیونکہ تمھیں پتہ تھا میں انکار نہیں کروں گا اور اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ زرا دیر کو رُکا۔زینب کی بے یقین نظریں اب بھی اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

"میں تیار ہوں۔۔۔۔مجھے اس بات پر کسی سے مشورہ لینے کی یا کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے اپنی زندگی کے فیصلے آزادانہ طور پر لینے کا مکمل حق ہے اور یہ

بس ایک ملاقات ہی تو ہے۔ تم بس اتنا بتاؤ مجھے آنٹی سے کب ملنا ہو گا۔۔۔"

"آج ہی ہم شاپنگ کرنے گھر سے نکلیں گے پھر میں تمھیں وقت اور جگہ میسج کر دوں گی۔۔۔"

اب کی بار زینب نے نظریں پھیرتے ہوئے کہا۔ان میں ہلکی سی نمی تھی۔ جیسے ارسم اس کی توقع سے زیادہ جلدی راضی ہو گیا ہو۔اس کی بات پر ارسم کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"واہ، سارا پروگرام سیٹ ہے۔ ٹھیک ہے جناب میں تیار رہوں گا۔ آنٹی سے ملنے کی ابھی سے خوشی ہو رہی ہے۔۔۔۔"

وہ یک دم ہی جیسے ہلکا پھلکا ہو گیا تھا اور زینب بس اس کے حوصلے کو داد دے کر رہ گئی تھی۔اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اس نے چند منٹ میں ہی لے لیا تھا۔

www.novelsclubb.com

عفیفہ بیگم مسلسل ارسم کو دیکھ رہی تھیں اور ارسم آنٹی کو۔ یہ ایک کیفے تھا۔ جہاں لنچ

ٹائم میں کافی تعداد میں لوگوں اکٹھے ہوتے تھے لیکن چونکہ اب لنچ ٹائم گزرے کافی وقت ہو چکا تھا تو اکا دکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔وہ قدرے سائیڈ کے ایک ٹیبل پر بیٹھے تھے۔درمیان میں پڑے میز کے عین وسط میں ایک خوبصورت کینڈل جار رکھا تھا۔

زینب اور عفیفہ بیگم ایک طرف جبکہ ارسم ان کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔اس کے ساتھ والی کرسی خالی تھی۔زینب کبھی ارسم کو دیکھتی کبھی امی کو۔علیک سلیک کے بعد کسی نے بھی بات شروع نہیں کی تھی۔

اسی خاموشی کے دوران ویٹر آیا اور تین جوس کے گلاس ان تینوں کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔دفعتاً ارسم کھنکھارا۔

"آنٹی،زینب بتا رہی تھی آپ نے کوئی بات کرنی ہے۔۔۔۔۔"

وہ اس وقت بلیو جینز پر سفید شرٹ پہنے بالوں کو ماتھے پر گرائے انتہائی معصوم لگ رہا تھا۔بھوری آنکھیں عفیفہ بیگم کے کمزور، جھڑیوں زدہ چہرے پر جمی تھیں۔جوسز کے گلاس ابھی بھی ایسے ہی تینوں کے سامنے ان چھوئے رکھے تھے۔بالآخر مسز خالد نے کہنا شروع کیا۔

"جی،بیٹا مجھے بھی زینب نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔آپ لوگ یونیورسٹی کے

شروع سے ایک دوسرے کو جانتے ہو اور اگر میری زینب نے کہہ دیا ہے تو مجھے آپ کے کردار پر کوئی شک نہیں۔۔۔۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکی۔ زیادہ بولنے سے انہیں سانس چڑھ جاتا تھا۔ گہری سانس لے کر وہ دوبارہ کہنا شروع ہوئیں۔

"بیٹا، جب سے ان کے ابو کا انتقال ہوا ہے ہمارے لئے دنیا میں مخلص رشتوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ پھر بھی الحمدللہ میں دو سال سے اپنی بچیوں کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ لیکن بچیوں کی عمر کا یہ وقت ہر ماں باپ کیلئے انتہائی کٹھن زدہ ہوتا ہے۔ اگر ان کے والد زندہ ہوتے تو وہ کبھی اپنی بچیوں کا ہاتھ کسی غیر زمہ دار شخص کے ہاتھ میں نا تھماتے لیکن بیٹا، زینب نے بتایا کہ آپ ہماری مدد کرنے کیلئے راضی ہیں۔ میری بس آپ سے ایک ہی درخواست ہے کہ آپ اپنی بات سے کبھی نہ مکریں۔۔۔۔"

آہستہ آہستہ بولتیں وہ ایک دفعہ دوبارہ رُکیں۔ ارسم بس توجہ سے ان کا ہر لفظ سن رہا تھا۔ زینب نے ایک نظر اپنی بوڑھی ماں کے چہرے پر ڈالی جو اس وقت بسس اپنی بیٹیوں کی خاطر بے بس دیکھائی دے رہی تھیں اور تب اسے احساس ہوا۔۔۔۔ بیٹیوں کا والدین ہونا آسان کام نہیں ہوتا۔ بیٹیوں کی خاطر ماں، باپ کو زندگی میں وہ کچھ بھی کرنا پڑتا ہے جو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا۔ اپنے خیالوں میں گُم اسے امی کی

آواز دور سے آ رہی تھی۔

"جب تک میری کوئی بھی بیٹی مصیبت میں رہے گی آپ میری بیٹیوں کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔۔۔۔"

"جی آنٹی، میں اپنی بات پر قائم رہوں گا۔ میں آپ کی کسی بیٹی پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا۔۔۔۔۔"

ارسم نے تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے کہا تو مسز خالد کے چہرے پر یک دم اطمینان سا پھیل گیا۔

"تو چلیں پھر۔۔۔۔"

کچھ دیر بعد جب وہ تینوں اپنے سامنے رکھے جوس پی چکے تو زینب نے دونوں کی طرف ایک نظر دیکھ کر کہا۔ ارسم فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی جی چلیں۔ پھر آپ لوگوں کو گھر بھی جانا ہو گا۔۔۔۔"

زینب نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے انہیں سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ اس وقت سفید فراک اور چوڑی دار پاجامہ پہنے، ڈوپٹے سے سر کو ڈھکے سنجیدہ لیکن پُر سکون دیکھائی دے رہی تھی۔ پھر وہ دونوں ماں بیٹی، ارسم کی تقلید میں کیفے ایریا سے باہر نکلے۔

دور افق پر موجود ٹھنڈے ہوتے سورج نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔

نکاح سادگی سے ہوا تھا۔گھر کے لان میں ہی سارے انتظامات کئے گئے تھے۔فیملی کے لوگوں کے علاوہ موحد کے کچھ آفس کولیگز نکاح کے فنکشن میں شامل ہوئے تھے۔

زینب نے پھر اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔مسز خالد نے اسے وانیہ کی خوشی میں خوش رہنے کی تلقین کی تھی اور وہ بہت ضبط سے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ابھی تک فنکشن میں تھی۔

نکاح کے بعد مبارک بعد کا سلسلہ شروع ہوا۔بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس، چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ سب کی مبارک باد وصول کر رہا تھا۔اس کے پہلو میں وانیہ اسکن میکسی اور ہلکے کئے میک اپ میں بیٹھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔وہ ایک خوبصورت کزن کپل لگ رہا تھا۔زینب اسٹیج پر پہنچی تو ہر چیز سے بے خبر وانیہ مسکرائی۔جواباً وہ بھی مسکرائی تھی۔

"مبارک ہو آپ دونوں کو۔۔۔۔اللہ ہمیشہ خوش رکھے۔۔۔"

ان دونوں کے قریب پہنچتے ہی اس نے کہا تھا۔ وانیہ بس روایتی دلہنوں کی طرح مسکرا دی جبکہ موحد نے باقاعدہ جواب دیا۔

"شکریہ تمھارا۔۔۔۔۔"

سر کو خم دے کر اس نے مبارک باد وصول کی۔ زینب میکسی پہلوؤں سے اٹھائے پلٹنے ہی لگی تھی جب موحد نے اسے پکارا۔

"زینب۔۔۔۔۔"

وہ پلٹی۔ نکاح کے بعد تمام لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔ اسٹیج پر بھی اس وقت ان تینوں کے علاوہ کوئی نا تھا۔ البتہ موحد کی زینب کو پکارے جانے والی آواز پر اسٹیج کے دائیں طرف کھڑا ایان چونکا تھا۔ جو غزل کو کسی بات پر ہدایت دے رہا تھا۔

"جی موحد بھائی۔۔۔۔"

"مجھے تمھیں کسی سے ملوانا تھا۔۔۔آؤ۔"

زینب کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ کر وہ اٹھا اور اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ زینب بھی الجھتی اس کے پیچھے ہی اسٹیج سے اُتری۔ خاندان کی کوئی عورت اسٹیج پر چڑھی تو وانیہ اس کی طرف متوجہ ہوئی البتہ ایان کی نظریں موحد اور زینب پر ہی تھیں۔ زینب یہ سوچتی کہ موحد نے اسے کس سے ملوانا ہے، موحد کے پیچھے چلتی رہی۔

وہ اس کو لان میں دائیں طرف قدرے سائیڈ پر ایک ٹیبل کے پاس لے آیا۔ جہاں پہلے سے ایک اُدھیڑ عمر مرد اور ساتھ ایک نوجوان لڑکا کھڑا تھا۔

"اسلام علیکم! زمان صاحب۔۔۔۔۔"

ان کے پاس پہنچ کر اس نے سلام کیا۔ زینب بھی اس کے پیچھے ہی کھڑی تھی۔ وہ ابھی بھی کشمکش میں تھی۔ ایک کونے میں کھڑی شنایہ اور اسٹیج کے پاس کھڑے ایان کی نظریں انہیں پر جمی تھیں۔

"وعلیکم اسلام! بہت مبارک ہو نکاح کی۔۔۔۔"

انہوں نے خوش دلی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے جسے موحد سے گرمجوشی سے تھام لیا۔ ساتھ کھڑا لڑکا خاموش لیکن گہری نظروں سے زینب کو دیکھ رہا تھا جو بلیک کلر کی میکسی میں ملبوس تھی۔ بالوں کو کرل کر کے چہرے کے دونوں اطراف میں گرائے، ہلکا سا میک اپ کئے وہ عام دنوں سے مختلف لگ رہی تھی۔

"مجھے آپ کو ان سے ملوانا تھا۔۔۔۔۔"

حال احوال کے بعد موحد نے ان کی توجہ زینب کی طرف کروائی۔ ساتھ ہی زینب کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ زینب کچھ جُز بُز سی تھوڑا سا آگے ہوئی تو موحد بولا۔

"ان سے ملیں، یہ ہیں وانیہ کی بہن زینب خالد اور زینب یہ ہیں زمان صاحب ہماری

کمپنی کے ففٹی پرسنٹ شئیر ہولڈر اور یہ ان کا بیٹا طلحہ زمان!"

زینب نے رسمی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو خم دیتے ہوئے انہیں سلام کیا۔اسے ابھی بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اسے ان لوگوں سے کیوں ملوا رہا ہے۔اب کافی لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھی تھیں کیونکہ موحد وہاں کھڑا تھا۔کچھ دیر وہ وہاں کھڑے باتیں کرتے رہے۔زینب اس ماحول میں کافی غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی اوپر سے سامنے کھڑے لڑکے کی نظریں۔وہ پہلی نظر میں ہی زینب کو نشئی لگا تھا۔

دو تین دفعہ اس نے واپس جانے کی کوشش کی لیکن موحد کسی نہ کسی بات پر زینب کو مخاطب کرتا جس کی وجہ سے اسے رُکنا پڑتا۔کچھ دیر بعد مسز خالد نے اسے آواز دی تو وہ معزرت کرتی جلدی سے منظر سے ہٹی۔

---

www.novelsclubb.com

یہ نکاح سے ایک دن بعد کا واقعہ ہے۔جب وہ دونوں آفس سے گھر جانے کیلئے پارکنگ میں سے گاڑی نکالتے ہوئے باتوں میں مصروف تھے۔آج اُنہیں کچھ مزید کام کی وجہ سے دیر تک رُکنا پڑا تھا۔اسی لئے کافی رات ہو گئی تھی۔

"ویسے موحد میری سمجھ میں نہیں آیا تم نے وانیہ سے نکاح کیلئے اتنی جلدی کیوں کی۔۔۔؟"

کچھ یاد آنے پر منان نے موحد سے پوچھا۔ کہہ کر وہ کار میں بیٹھ گیا۔اسے کافی دن سے یہ بات کھٹک رہی تھی۔ موحد بھی گاڑی میں بیٹھااور گاڑی ریورس کرنے لگا۔ پارکنگ ایریا سے نکال کر اس نے گاڑی روڈ پر ڈالی۔ پھر سکون سے اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے بولنا شروع ہوا۔

"تم بھی جانتے ہو میں ابھی ان چکروں میں پڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے ایک انسان سے خطرہ ہے اور جب تک وہ اس گھر میں رہا میرا کام خراب ہوتا رہے گا۔۔۔۔"

"زینب۔۔۔۔"

منان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"بالکل۔۔۔۔۔۔۔"

"اب کیا ہوا تھا۔۔۔"

"یار مجھے اندازہ نہیں تھا وہ گھر کے معاملات کے بارے میں اتنا کچھ جانتی ہے۔ میری نظروں میں وہ صرف ایک کمزور، سر پھری لڑکی تھی لیکن میں نے کافی عرصے سے غور کیا ہے ان تینوں بہنوں میں وہی نڈر ہے۔۔۔"

www.novelsclubb.com

موحد نے کار کا موڑ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس سب کا زینب سے کیا تعلق۔۔۔ تمھارے دماغ میں اُس کے حوالے سے چل کیا رہا ہے۔۔۔۔"

"یونی سٹارٹ ہونے کے بعد وہ کافی لوگوں سے گھلنے ملنے لگ گئی ہے۔ بڑے پَر نکل آئے ہیں اس کے۔ اس دن پتہ ہے اس نے مجھے کیا کہا۔۔۔۔"

اس نے گردن موڑ کر مصنوعی حیرت سے منان کو دیکھا۔ جیسے ابھی تک اس کے الفاظ پر حیرت ہو رہی ہو۔

"مجھے کہتی ہے۔۔۔ آپی کی شادی کسی اور سے کرواؤں گی تاکہ ہمیں یہاں سے چھٹکارا ملے اور مجھے کم از کم بالکل یہ برداشت نہیں ہے کہ وہ اپنی من مرضی کرے۔۔۔۔ وہ گھر کے معاملات میں اتنی دلچسپی لینے لگ گئی ہے۔ اسے تایا کی دکان کا بھی پتہ ہے اور اتنا بھی کہ وہ گھر میرے نام پر ہے۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ سیاہ آنکھوں میں چھبن لئے بول رہا تھا اور منان بس خاموشی سے سن رہا تھا۔ زینب کی باتیں واقعی اس کی توقع سے بھی زیادہ تھا۔

"اور کم از کم میں اس کل کی لڑکی سے باتیں نہیں سن سکتا۔۔۔۔"

"تمھارا آگے کا کیا پلان ہے۔۔۔۔؟"

اب کے منان نے اُکتا کر پوچھا۔وہ نقطے پر نہیں آرہا تھا۔

"زینب کی شادی! میں پہلے ہی اس کے آگے پڑھنے پر راضی نہیں تھا صرف ابو کی وجہ سے خاموش رہا ہوں لیکن اب بسس۔۔۔اُس کی شادی کرواؤں گا تاکہ اس کی اکڑ ختم ہو اور میری اس سے جان چھوٹے۔۔۔۔۔"

"لیکن کس سے۔۔۔"

منان نے اپنی حیرت پر قابو پایا۔موحد کی باتیں بھی اس کی توقع سے زیادہ تھیں۔اب کے موحد نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس کے لبوں پر استہزایہ مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں مکاری۔

"طلحٰہ سے۔زمان صاحب آدھی کمپنی کے مالک ہیں۔نئے نئے شئیر ہولڈر ہیں۔ابو سے ابھی ان کی چند ملاقاتیں ہی ہوئیں ہیں لیکن میں کافی عرصے سے جانتا ہوں انہیں، انہوں نے زینب میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔اگر یہ شادی ہو جاتی ہے تو وہ ہماری کمپنی میں ایک بھاری رقم انویسٹ کریں گے۔ابھی کچھ دن پہلے بھی انہوں سے کمپنی کے تعمیراتی کاموں میں کافی پیسہ لگایا ہے۔ہمیں ڈبل فائدہ ہو گا۔۔۔"

وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"کبھی نہیں! وقاص تایا کبھی نہیں مانے گے۔"

حیرت کو قابو کرتے ہوئے اب منان نے اعتراض اٹھایا تھا۔

"انہیں اتنا کچھ بتائے گا کون۔ وہ ابھی نئے انویسٹر ہیں۔ ابو ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے اور ویسے بھی شروع شروع میں، میں نے جب ابو سے ان کے بارے میں پوچھا تھا تو انہیں وہ کافی سلجھے ہوئے لگے تھے۔ بس انہیں طلحٰہ کا اچھے سے تعارف کروانا ہے۔ باقی میری زمہ داری۔۔۔"

بات کے شروع میں اسے تنبیہ کرتے ہوئے آخر میں اس نے ہاتھ جھلا کر بات ہوا میں اڑائی۔

"لیکن موحد۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ منان کوئی اور اعتراض اٹھاتا موحد کا پاؤں بریک پر پڑا اور گاڑی ایک جھٹکے سے رُکی۔ منان نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ رکھ کر خود کو ٹکرانے سے بچایا۔ البتہ موحد کا سر اسٹئرنگ میں لگا تھا۔ جس سے چند لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آیا پھر سر جھٹک کر باہر نکلتے ہوئے وہ چلایا۔

"واٹ دا ہیل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

غصے سے چلاتا وہ گاڑی سے اترا۔ سامنے والی گاڑی کا غلط یوٹرن لینے کی وجہ سے ان کا آپس میں ٹکراؤ ہوا تھا۔

"نظر نہیں آتا تمھیں۔ نہیں آتی گاڑی چلانی تو کیوں اندھوں کی طرح اتنی رات میں لے کر نکلے ہوئے ہو۔بیوقوف لوگ۔حد ہے۔۔۔۔۔"

بولتے ہوئے وہ آگے آیا اور بونٹ پر جھکا۔زوردار ٹکر کی وجہ سے گاڑی کا بونٹ کھل چکا تھا۔سانے والی گاڑی سے بھی جلدی سے لڑکا اُتر کر اس طرف آیا۔

"یو بلائینڈ، دیکھ کر نہیں چلا سکتے۔۔۔۔۔"

منان بھی غصے سے کہتے ہوئے اُس لڑکے کی طرف بڑھا۔

"سوری، ایم رئیلی سوری، میں جلدی میں تھا۔۔۔۔۔"

وہ فوراً ہی معزرت کرنے لگا۔اس کی گاڑی کی بھی آگے سے ہیڈ لائٹ ٹوٹی تھی۔وہ شرمندہ ہو اور نہ ان دونوں کا غصہ دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ اسے کچا چبا جائے گے۔

"جلدی میں تم تھے، اس میں ہمارا کیا قصور اور تم۔۔۔۔۔۔"

منان ابھی کچھ اور کہتا یا آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑتا موحد نے اسے روکا۔

"چھوڑو منان، بس کچھ سکریچز ہیں میں صبح ٹھیک کروالوں گا اور جاؤ تم آئیندہ دیکھ کر چلانا۔۔۔۔"

آخر میں اسے غصے سے کہتے ہوئے وہ گاڑی کی طرف بڑھا۔منان بھی ایک قہر آلود نظر اُس لڑکے پر ڈال کر گاڑی میں آ بیٹھا۔لڑکے نے جلدی سے اندر بیٹھ کر گاڑی آگے سے

پیچھے ہٹائی اور ان کے گزرنے کیلئے جگہ بنائی۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد موحد نے گاڑی سٹارٹ کی تو منان نے اس لڑکے پر تبصرہ کیا۔

"دیکھنے میں تو اچھے گھر کا لگ رہا تھا۔ پھر ایسے رَش ڈرائیونگ کرنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا میری۔۔۔۔"

"چھوڑو، جانتا ہوں ایسے لڑکوں کو بھی۔۔۔۔"

موحد نے بے زاری سے کہتے ہوئے سر جھٹکا۔

آج زینب وانیہ کے نکاح کے دو دن بعد یونیورسٹی آئی تھی۔ وہ دونوں سر جھکائے یونی کے اندر داخل ہوئیں۔ پھر زینب نے سر اٹھا کر دیکھا تو ہمیشہ کی طرح اس کی نظر سامنے درخت کے نیچے کھڑے انتظار کرتے ارسم پر پڑی۔ وہ اسے دیکھتے ہی مسکرایا۔ شنایہ بھی آج زینب کے ساتھ تھی۔

"خیریت، آج تم دونوں اکٹھی آئی ہو۔۔۔؟"

ان کے پاس پہنچنے پر اس نے کہا۔ پھر ان کے ساتھ ہوتے ہوئے وہ ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔ شنایہ زینب کے ارسم کے بارے میں خیالات جاننے کے بعد نارمل ہو گئی تھی اور یہ ایک بڑی تبدیلی تھی جس پر زینب نے شکر منایا تھا۔

"مجھے اپنی کچھ چیزیں زینب کی طرف سے اٹھانی تھیں۔ پھر بس ہم اکٹھے میرے ڈرائیور کے ساتھ آ گئے۔۔۔"

خلافِ معمول زینب کی بجائے شنایہ نے ارسم کو ایک نظر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ارسم کو پہلے بُرا ماننے کی وجہ اور تھی لیکن اب مسز خالد کی ملاقات کے بعد سب آہستہ آہستہ نارمل ہو رہا تھا۔ شنایہ جیسے زینب کی رضا میں راضی تھی۔

"زینب مجھے ایمن سے کام ہے۔ میں آتی ہوں۔۔۔۔"

کچھ دیر بعد شنایہ زینب سے کہتے ہوئے خود ہی منظر سے غائب ہو گئی۔ یونی میں آج چہل پہل قدرے کم تھی۔ اکا دکا لوگ ہی پھرتے دیکھائی دے رہے تھے اور میڈیکل ڈیپارٹمنٹ والوں کیلئے یہ منظر قدرے حیران کن تھا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد ارسم بولا۔

"گیس، مجھے کل رات کون ملا۔۔۔"

بلیو جینز پر گرے شرٹ پہنے، جیل سے بالوں کو پیچھے کی جانب سیٹ کئے وہ اچھے موڈ

میں لگ رہا تھا۔اس کے یوں اچانک بولنے پر زینب چونکی۔

"کون۔۔۔۔۔"

"موحد اور منان۔۔۔۔۔"

وہ جو اپنے دھیان چلتی جا رہی تھی ان الفاظوں پر یک دم رُکی۔پھر ارسم کی طرف مڑی۔چہرے کے تاثرات فوراً بدلے تھے۔پھر تیزی سے آگے بڑھ کر ارسم کو دونوں کندھوں سے تھامتے ہوئے بولی۔

"کہاں ملے وہ دونوں،انہوں نے تمھیں کچھ کہا تو نہیں۔کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا۔مجھے پتہ تھا وہ تمھارے بارے میں جان جائے گے۔مجھے تمھیں امی سے ملوانا ہی نہیں چاہیے تھا۔اب کیا ہو گا۔۔۔۔"

وہ پریشانی سے بغیر رُکے بولے جا رہی تھی۔ارسم نے مسکراہٹ دبائے نظریں جھکا کر اپنے بازوؤں پر ڈالی۔پھر اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں سے ہٹاتے ہوئے زرا سا ہنس کر بولا۔

"یار تم تو زیادہ ہی سیریئس ہو گئی۔میں نے کہا ملا تھا۔نہ کے انہوں سے بات چیت کی تھی۔۔۔۔۔"

اس کے ہاتھ ہٹانے پر زینب قدرے شرمندہ سی پیچھے ہٹی۔چہرے موڑتے ہوئے زینب نے کندھے پر اپنے بیگ کو ٹھیک کیا پھر دوبارہ چہرہ موڑتے ہوئے خفت مٹانے کو

بولی۔

"پھر کیسے ملے۔۔۔۔"

"میں باہر تھا اپنے دوست کے ساتھ۔ بابا ایک دم ہوسٹل آ گئے۔ وہ پہلے کبھی ایسے رات میں بِنا بتائے نہیں آئے تھے۔ تو بس جلدی میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے ان کی کار سے ٹکرا گیا۔۔۔۔"

اب کے اس نے تفصیل سے بتایا تو زینب نے سکون کا سانس لیا۔ پھر یک دم اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔

"ایک منٹ، تم نے موحد اور منان کو پہلے کہاں دیکھا۔ جو تم انہیں کل رات پہچان گئے۔۔۔۔"

اور لمحے کے ہزارویں حصے میں ارسم کے چہرے کا رنگ اُڑا تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ اپنے منہ سے نکلی کسی بات پر پچھتایا تھا۔ لیکن لمحے بھر سے پہلے اس نے خود پر قابو پایا تھا۔ زینب نے دھوپ کی شدت کی وجہ سے اس لمحے بھر کے عمل کو نہیں دیکھا تھا۔

اگلے ہی لمحے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"شنایہ نے دیکھائی تھی۔ اس کے پاس وانیہ آپی کے نکاح کی تصویریں تھیں۔ پرسوں ہی دیکھیں تھی میں نے۔۔۔۔۔۔"

اور زینب نے ہر بار کی طرح ارسم کے ایک دفعہ کے کہے جملے پر یقین کر لیا اور دوبارہ چلنے لگی۔ پیچھے ارسم نے گہری سانس خارج کی۔ اب بس زینب شنایہ سے کچھ نہ پوچھے۔۔۔ اس نے بڑی شدت سے دعا مانگی تھی۔ پھر جلدی سے زینب کی طرف بڑھا۔ اس تک پہنچ کر وہ شرارت سے بولا۔

"میں نے غور کیا ہے۔ تم اب زیادہ ہی میرے لئے پریشان ہوتی ہے۔۔۔۔"

اس کے ذو معنی جملے پر زینب ہلکا سا بلش کی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔"

"ہاں ہاں سب جانتا ہوں۔۔۔۔"

ہاتھ جھلا کر ارسم بولا تو زینب سر جھٹکتی اس سے نظریں ملائے بغیر کلاس کے اندر چلی گئی۔ پیچھے ارسم نے سکون کا سانس لیا۔ وہ ایسے ہی بات کر کے اس کا دھیان فوراً مدعے سے ہٹاتا تھا اور کلاس کے اندر اپنی مخصوص نشست پر شنایہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے زینب یہ بات بھول بھی چکی تھی کہ باہر ارسم نے کسی بات پر شنایہ کا حوالہ دیا تھا۔ بس جو ارسم نے کہہ دیا ٹھیک ہی کہا ہو گا۔ کچھ اتنا ہی اندھا اعتبار تھا اسے ارسم پر۔۔!

''نانی جان، میں آجاؤں۔۔۔۔؟''

اس نے دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا تو وہ دونوں چونک کر حال میں لوٹیں۔ان کے تصور کا بلبلہ پھٹا تھا۔ارد گرد کا منظر بدلا۔کرداروں کی دنیا سے واپس لوٹیں تو دونوں نے ادھر ادھر دیکھا۔سنہری دھوپ اور یونیورسٹی کی عمارت کے منظر کی جگہ اب کمرے کا سامان نظر آرہا تھا۔وہ نرم بستر پر بیٹھی تھی اور اے۔سی چل رہا تھا۔دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو بے اختیار مسکرائیں۔

''چلیں، آج کا وقت ختم ہوا۔اب کل پڑھے گے۔۔۔''

زخرف نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔پھر گہری سانس لے کر وہ بیڈ سے نیچے اُتری۔

اتنی دیر میں دروازہ ہلکا سا کھلا اور غازیان نے چہرہ نکال کر اندر جھانکا۔

''آجاؤں میں۔۔۔''

''آجاؤ بیٹا آجاؤ۔۔۔۔''

بشریٰ اماں نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے اجازت دی۔اس نے ایک نظر گھمائی تو زخرف صوفے کے پاس کھڑی دیکھائی دی۔پھر وہ دروازہ کھول کر اندر آیا اور اپنے

پیچھے دروازہ بند کیا۔

"میں کافی دیر سے باہر انتظار کر رہا ہوں۔ لیکن ممانی نے سختی سے منع کئے رکھا کہ آپ اس وقت کتاب پڑھ رہی ہوتیں ہیں تو بالکل آپ کو پریشان نہ کیا جائے۔۔۔۔"

اندر آکر وہ بیڈ پر ان کے گھٹنوں کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔ دادی نے پیار سے اسے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں پلا وہ اب کتنا بڑا ہو گیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئی۔

"ہاں بیٹا، تمھیں تو پتہ ہے تمھاری دادی کو کوئی کتاب پڑھے بغیر کہاں سکون آتا ہے۔ پھر بسس زخرف کو بھی پریشان کئے رکھتی ہوں۔ بیچاری روزانہ گھٹنہ، ڈیڑھ گھنٹہ بولتی ہے۔۔۔۔"

انہوں نے زخرف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جواب اپنی چیزیں بیگ میں ڈال رہی تھی اور اپنے نام پر زخرف نے گردن موڑ کر بس مسکرا کر انہیں دیکھا۔ بولی کچھ نہیں۔

www.novelsclubb.com

"اچھا تو آج کل کونسی کتاب پڑھ رہے ہیں آپ لوگ۔۔۔"

"زینب۔۔۔۔۔۔۔"

بشریٰ اماں اور زخرف ایک ساتھ بولیں۔ پھر زخرف نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔ اپنی بے اختیاری پر خود کو کوسا۔ غازیان کے ہونٹوں پر دل کش سی مسکراہٹ نمودار

ہوئی۔

"اچھاوہ۔۔۔۔

ZAINAB

والازینب۔دیکھی ہے میں نے یہ بُک مارکیٹ میں۔۔۔۔"

"اس نے الگ الگ حرف بولتے ہوئے بشریٰ اماں کی طرف دیکھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔

Z A Y N A B

والازینب۔۔۔۔"

اس سے پہلے کے بشریٰ اماں کچھ بولتیں زخرف نے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے فوراً تصیح کی تھی۔اس نے زخرف کی طرف دیکھا پھر بِنا آواز کے ہونٹوں کو ہلا کر بولا۔

"سیریئسلی۔۔۔۔۔۔؟"

اور زخرف نے سر جھٹک کر رُخ پھیر لیا۔بشریٰ اماں نے دلچسپی نے ان کے اس مکالمے کو سنا۔

"تو بیٹا،دونوں ناموں میں فرق ہی کیا ہے۔۔۔"

"نانی جان،آئی کا فرق ہے۔کافی لوگ آئی لگاتے اور کافی لوگ وائے۔۔۔۔"

غازیان نے سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے بشریٰ اماں کو بتایا۔ یہ لاحاصل ڈیبیٹ تھی۔

"چھوڑیں نانی جان، میں بس جا رہا تھا۔ آپ سے ملنے کیلئے رُکا ہوا ہوں۔ صبح سے ابو کے فون آ رہے ہیں۔۔۔"

سنجیدہ ہوتے ہوئے وہ بشریٰ اماں کی طرف متوجہ ہوا۔

"دیکھ لو پھر، بس اتنی دیر ہی ٹھہرتے ہو تم اپنی نانی کے پاس۔۔۔"

وہ خفا ہوئیں تھیں۔

"نانی جان۔۔۔۔۔۔"

اس نے لاڈ سے ان کے ہاتھ پکڑے۔

"بس میں ہی جا رہا ہوں۔ باقی سب ادھر ہی ہیں۔ آپ اُداس نا ہوں آپ کا دل لگائے رکھے گے سب۔۔۔"

"اچھا بیٹا، میرے کہنے سے رُک کونسا جاؤ گے۔ خیال سے جانا۔ اب دوبارہ مجھے بالکل ہی بھول نا جانا۔ کبھی کبھی آ جایا کرو نانی کے پاس۔۔۔"

اب کی بار انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"جی نانی جان، آتا رہوں گا۔ اجازت دیں۔۔۔"

"ہاں بیٹا، جاؤ۔ اللہ تمھارا نگہبان ہو گا۔"

انہوں نے اسے پیار دیا اور وہ ایک نظر زخرف پر ڈال پر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹھیک ہے دادی جان، میں بھی اب چلتی ہوں۔۔۔"

زخرف بھی تیار ہوتی دادی کے پاس آکر پوچھنے لگی۔

"ٹھیک ہے بیٹا، جاؤ۔ لیکن کل کوشش کرنا کہ دیر تک ٹھہر سکو۔ مجھے اس کتاب کو ختم کرنا ہے۔ مجھے جاننا ہے زینب کے ساتھ کیا ہوا تھا۔"

"دادی جان، ابھی کتاب کا بڑا حصہ باقی ہے۔ ابھی کم از کم اسے ختم کرنے میں تین دن لگے گے۔۔۔۔"

زخرف پھیکا سا مسکرائی۔

"اچھا تو تم نے یہ کتاب پڑھی ہوئی ہے۔ کچھ بتاؤ، آگے زینب کے ساتھ کیا ہو گا۔۔۔"

انہوں نے دلچسپی سے پوچھا۔ زخرف ان کے بیڈ کے قریب کھڑی تھی۔

"دادی جان، زیادہ نہیں۔ بس اتنا بتاؤں گی کہ ارسم، زینب کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ اپنے وعدے نبھانا اچھے سے جانتا تھا۔ وہ آخر تک زینب کے ساتھ رہے گا۔"

یہ کہتے ہوئے زخرف کے لہجے میں ایک عجیب سا مان تھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ یہ تو اب آگے پڑھ کر ہی پتہ لگے گا۔۔۔"

"اللہ حافظ دادی جان۔۔۔"

ان سے پیار لے کر وہ جانے کیلئے مڑی۔ جب وہ پارکنگ میں پہنچی تو وہاں اسے غازیان دیکھائی دیا۔ وہ ابھی تک وہی اپنی گاڑی کے قریب کھڑا تھا۔ سر جھٹک کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھی اور اندر بیٹھ کر اس نے گاڑی ہسپتال جانے والے روڈ پر ڈالی۔ پیچھے غازیان کی آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"سر پھری لڑکی!"

ہلکا سا بڑبڑا کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

---

www.novelsclubb.com

اور پھر وقت جیسے پَر لگا کر اڑ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شام کے نیلگوں سائے نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ پھر رات کا گہرا اندھیرا ہر چیز پر قابض ہو گیا۔ پھر جیسے ہر روز کی طرح صبح اس شہر پر اُتری تو بادلوں نے اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ سورج کہیں دور بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔ تیز ٹھنڈی ہوا جسم کو چھوتی اچھی محسوس ہو رہی تھی۔

ایسے میں زخرف نے اس محل نما گھر کے باہر لا کر گاڑی روکی تو گارڈ نے اٹھ کر فوراً بڑا گیٹ کھولا۔ زخرف نے گاڑی روش پر آگے بڑھائی اور پارکنگ ایریا میں لا کر گاڑی روکی۔ گاڑی پارک کر کے جب وہ باہر نکلی تو اس کی نظر مخالف سمت میں بنے لان پر پڑی۔ سامنے ہی لان کے جھولے پر زور اور بیٹھا دیکھائی دیا۔ زخرف نے ایک سرد آہ بھری۔ اس کے زہن میں ایک آواز گونجی۔

"صرف میں جا رہا ہوں۔ باقی سب ابھی ادھر ہی ہیں۔۔۔۔"

"پتہ نہیں کب جائے گے سب۔۔۔۔"

یہ سوچتی ہوئی وہ اندر کی طرف بڑھی۔ خلافِ توقع لاؤنج میں کوئی نہیں تھا۔ وہ قدم قدم چلتی دادی کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"اسلام علیکم!"

دروازہ کھولتے ہی اس نے سلام کیا۔ پھر اندر آئی اور صوفے پر اپنا بیگ اور فائلز رکھ کر بشریٰ اماں کی طرف بڑھی۔ وہ جو بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر مسکرائی۔

"وعلیکم اسلام! بیٹا۔ کیسی ہو۔۔۔۔؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں۔ کل رات دوا لے لی تھی وقت پر۔۔۔۔؟"

کہتے ہوئے اس نے انہیں سہارا دے کر بیڈ سے اٹھایا۔

"ہاں بیٹا، وہ روحا اور زوار ہیں نا۔ بہت خیال رکھتے ہیں وہ بچے۔ انہوں نے رات دے دی تھی دوا۔۔۔"

زخرف نے ان کی بات پر گہری سانس لے کر سر ہلا دیا۔ وہ دادی کے منہ سے، ان کے نواسے، نواسیوں کی تعریف سننے کی عادی ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے اور ڈوپٹے کو گردن کے گرد لپیٹے وہ سنجیدہ دیکھائی دے رہی تھی۔

انہیں واشروم کے دروازے تک چھوڑنے کے بعد وہ جلدی سے مڑی اور ایک ایک کر کے کمرے کی چیزیں درست کرنی لگی۔

چند لمحے بعد کمرے کا منظر معمول کے مطابق تھا۔ بشریٰ اماں قرآن کا مطلوبہ صفحہ کھولتی تلاوت میں مصروف ہو چکی تھیں۔ جب کہ زخرف صوفے پر بیٹھی موبائل پر ٹائپنگ کر رہی تھی۔ موسم اچھا ہونے کی وجہ سے اس نے آج کھڑکیوں پر بلائینڈز نہیں گرائے تھے۔ شیشے ہٹے ہوئے تھے اور وہاں سے ٹھنڈی ہوا کمرے میں بھی آ رہی تھی۔

ان کو یہیں چھوڑ کر باہر لاؤنج میں آؤ تو اب وہاں محمل، روحا، اُحد اور زوار اور بیٹھے

دیکھائی دے رہے تھے۔اُحد منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جماہی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔شاید ابھی اٹھ کر آیا تھا۔اس کے برعکس زوراور تروتازہ لگ رہا تھا۔

''بھائی آج ہم کہیں چلے گے۔۔۔''

روحانے کوئی منصوبہ بنانا چاہا لیکن محمل فوراً بولی۔

''سوری، میں آج کہیں نہیں جاسکتی۔مجھے اپنی بہت ضروری اسائمنٹ بنانی ہے۔۔۔''

''روحا بچے، میں بھی آج واپس جانے کا سوچ رہا ہوں۔مزید دیر کی تو ابو ڈانٹے گے۔۔۔''

زوراور نے سنجیدگی سے کہا۔تو روحا کو حیرت ہوئی۔

''بھائی آج آپ بھی چلے جائیں گے۔۔۔۔''

''زوراور کچھ دن ٹھہر جاؤ۔بڑے بھائی چلے تو گئے ہیں۔۔۔۔''

اُحد نے بھی اپنی سی ایک کوشش کی۔

''نہیں یار، انہیں پہلے بہت کام ہیں۔وہ سب سنبھال تو لیں گے لیکن انہیں اگلے ہفتے دو تین سیمینار کے انتظامات بھی دیکھنے ہیں۔ان پر کام کا کافی بوجھ ڈل جائے گا۔میں ابو کے ساتھ گاؤں کے معاملات اور زمینوں کے کام دیکھ لوں گا۔''

''ایک تو تمھارے بھائی صاحب کا بھی پتہ نہیں چلتا۔اچھی خاصی انکل کی زمینیں ہیں

لیکن نہیں ان جناب کے وکھرے ہی شوق ہیں۔کیا ضرورت تھی انہیں پھوپھا جان کی مرضی کے بغیر یہ کام شروع کرنے کی۔۔۔"

اُحد نے زوراور کے جواب میں منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے بھائی کو کچھ نہیں کہنا۔الحمد اللہ بڑا نام ہے ان کا۔ایک دنیا ان کو جانتی ہے۔۔۔۔"

روحا نے فخریہ کہا تھا۔

"ہاں اور ایک دنیا میں صرف تم ہی آتی ہو۔"

احد بھی اسے چڑاتے ہوئے بولا۔

"صاف پتہ لگ رہا ہے تم جیلس ہو رہے ہو۔۔۔۔"

"شکریہ مجھے بتانے کیلئے ورنہ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔"

اُحد نے حیرت سے کہا تھا۔ان کی بحث کے دوران ہی محمل اٹھ کر جا چکی تھی۔زوراور جلدی سے بیچ میں بولا ورنہ روحا کا اگلا جملہ تیار تھا۔

"اچھا اچھا بس۔میں کچھ دیر میں نکل جاؤں گا۔روحا میری لئے جوس کا ایک گلاس لا دو۔۔۔۔"

"جی اچھا بھائی۔۔۔۔"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ اُحد کو منہ چڑاتی ہوئی اٹھی۔زور اور بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔"

اُحد اسے اٹھتا دیکھ کر بولا۔

"میں بیگ تیار کر لوں اپنا۔۔۔"

کہتے ہوئے وہ اُحد اور اپنے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھا۔کچن کی طرف جاتی روحا کی پھر پیچھے سے اسے آواز لگائی۔

"بھائی۔۔۔۔۔امی کو بتا کر جایئے گا۔۔۔۔"

"کہاں ہیں وہ۔۔۔"

اُحد کے کمرے کے دروازے میں سے منہ نکال کر اس نے پوچھا۔

"ممانی جان کے کمرے میں۔۔۔۔۔"

"اچھا مل لوں گا۔۔۔۔۔"

سر اثبات میں ہلا کر اس نے اپنا چہرہ دروازے کے پیچھے گم کر لیا۔روحا بھی جوس لینے کچن میں چلی گئی۔پیچھے لاؤنج میں اُحد اکیلا بیٹھا رہ گیا۔

کچھ دیر کے بعد لان کی کھڑکی سے بشریٰ اماں کے کمرے میں جھانکو تو زخرف بیڈ پر ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔وہ ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے گود میں رکھی کتاب کو دیکھ رہی تھی۔جبکہ بشریٰ اماں ہاتھ میں سوئی دھاگہ لئے سویٹر بُننے میں مصروف تھیں۔وہ سر جھکائے دوسرے ہاتھ سے گود میں رکھی کتاب کی جلد پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

"ہاں۔یہ بسس ہو گیا۔۔۔"

بشریٰ اماں نے کہتے ہوئے آخری سلائی لگائی اور دھاگے کو قینچی سے کاٹ کر الگ کیا۔ پھر دونوں کندھوں سے پکڑ کر اس سویٹر کو جھاڑا۔ان کی آواز پر زخرف نے سر اٹھایا۔ ہتھیلی پہلو میں گر گئی۔زخرف کے متوجہ ہونے پر اب وہ زخرف کو دیکھاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"دیکھو زخرف،کیسا بنا ہے۔۔۔۔"

زخرف نے مسکرا کر اس سویٹر کو دیکھا۔نیلے رنگ کا وہ چھوٹا سا سویٹر وہ پچھلے چار دن سے بُن رہی تھیں اور آج جا کر وہ مکمل ہوا تھا۔پتہ نہیں وہ یہ سویٹر اپنے کن بچوں کے بچوں کیلئے بنا کر رکھ رہی تھیں۔

"بہت اچھا بنا ہے دادی۔۔۔"

اس نے مسکرا کر تعریف کی۔ پھر ان کے ہاتھ سے لے کر وہ سویٹر تہہ کرنے لگی۔ تہہ لگا کر اس نے وہ سائیڈ پر رکھا پھر ان کے ہاتھ سے سوئی اور دھاگا پکڑ کر مڑتے ہوئے زرا سا جھک کر بیڈ سائیڈ ٹیبل کے دراز میں رکھا اور سیدھا ہوتے ہوئے بولی۔

"اب بس آپ اتنا اصرار کرتی ہیں تو میں اجازت دے دیتی ہوں۔ ورنہ ابھی تک آپ کا بازو مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوا۔۔۔"

"بیٹا، اب کچھ حرکت تو دینی ہے نا۔ پھر بس اتنا کرنے کیلئے ہلا لیتی ہوں۔ اچھا چلو اب پڑھتے ہیں۔ پہلے ہی کافی وقت گزر گیا ہے۔۔۔"

ان کی بات پر زخرف نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"ابھی آپ نے آج جلدی پڑھنا شروع کرنا تھا۔"

کہہ کر اس نے مطلوبہ صفحہ نمبر کھولا۔ پھر بس زخرف نے پڑھنا شورع کیا اور دادی نے سننا شروع کیا۔ عادت کے مطابق، معمول کے مطابق۔

یہ نکاح کی تقریب سے تیسرے دن کا واقع ہے جب وہ دونوں یونی میں ملے تھے۔ صبح سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ پتہ نہیں آج وہ اسے نظر ہی نہیں آیا تھا۔ لیکن ان کا وہی معمول تھا۔ وہ یونی کا فارغ وقت ساتھ گزارتے اور ڈھیر ساری باتیں کرتے۔ کل یونی سے واپسی پر زینب ارسم کے ہوسٹل بھی گئی تھی شنایہ کے ساتھ۔ امی کی اجازت لے کر۔

"ارسم۔۔۔۔"

آج ان کا فرسٹ لیکچر ہی فری تھا اسی لئے وہ اس کو بلاتی گراؤنڈ میں چلی آئی۔ آج خلافِ معمول وہ کینٹین کے بیک ایریا کے بجائے گارڈن میں بیٹھا تھا۔ قدرے ایک طرف درخت کی ٹھنڈی میٹھی چھایا کے نیچے وہ سر جھکائے اپنے کام میں مصروف تھا۔ اس کی آواز پر اس نے دھیرے سے اپنا جرنل بند کیا اور نامحسوس انداز میں اسے اپنے بیگ کے اندر دھکیل دیا۔ پھر ساتھ پڑا اپنا موبائل اٹھا کر بلاوجہ ہی اس پر کچھ دیکھنے لگا۔

"ہائے۔۔۔۔"

اس کے ساتھ گھاس پر بیٹھتی وہ دبے دبے جوش سے بولی۔

"تم آج پہلے لیکچر میں ہی کلاس میں نہیں تھے اور ایسا ہوا کہ آج سر بھی نہیں آئے۔۔۔"

"مجھے پتہ تھا آج سر نہیں آئیں گے اسی لئے کلاس میں ہی نہیں آیا۔۔"

لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے موبائل دوبارہ گھاس پر ڈالا اور پیچھے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور زینب کو دیکھا جو اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ایک منٹ، تمھیں کس نے بتایا۔۔۔۔؟"

"میرے موکلوں نے۔۔۔۔۔۔"

"ایک تو تمھارے یہ موکل۔ کسی دن مجھے مل گئے نا بچے گے نہیں میرے ہاتھوں۔۔۔"

زینب نے باقاعدہ بازو چڑھائے تھے۔اُسے زینب کی ہر بات کا پتہ ہوتا تھا اور زینب کے پوچھنے پر وہ معصومیت چہرے پر سجاتے ہوئے بول دیتا تھا کہ۔۔۔میرے موکلوں نے۔۔۔

اور زینب آگے سے ہنس دیتی۔ابھی بھی اس کا جواب سن کر ارسم ہنس دیا۔پھر کسی کی کمی محسوس ہونے پر فوراً بولا۔

"شنایہ کہاں ہے۔۔۔۔"

"پتہ نہیں میری ابھی تک اس سے بات نہیں ہوئی۔رات تک تو کہہ رہی تھی کہ آؤں گی لیکن۔۔۔۔۔"

زینب نے کندھے اُچکا کر بات ادھوری چھوڑ دی پھر ٹانگیں فولڈ کر کے سینے سے لگا کر ان کے گرد بازو حائل کئے۔ارسم تنے سے ٹیک لگا کر درخت کی چھاؤں میں بیٹھا تھا اور وہ دھوپ میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔دھوپ کبھی چمکنے لگتی تو کبھی بادل سامنے آجانے کی وجہ سے ٹھنڈی پڑ جاتی۔ارسم ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ گراؤنڈ میں اکا دکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔

"ارسم۔۔۔۔۔۔"

کچھ دیر بعد سر جھکائے گھاس پر گرے پتوں کو اٹھا کر توڑتے ہوئے اس نے مصروف سے انداز میں پکارا۔

"جی۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ فوراً متوجہ ہوا۔

"کبھی سوچا ہے اگر ہم دونوں الگ ہو گئے پھر کیا ہو گا۔۔۔۔۔"

ارسم بالکل ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔وہ ابھی بھی سر جھکائے مصروف انداز میں پتے توڑ رہی تھی۔

"تمھیں یہ خیال کیوں آیا۔۔۔۔؟"

"ایسے ہی۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے ہاتھوں کی حرکت رُکی۔اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔دونوں کی نظریں ملیں۔

"اگر کبھی ہماری زندگی میں ایسا لمحہ آئے جہاں سے آگے ہم دونوں کا ساتھ چلنا ممکن نہ ہو اور ہم الگ ہو جائیں تو تمھارا ردِ عمل کیا ہو گا۔۔۔۔"

"اوہ کم آن۔۔۔۔۔"

وہ جھلایا تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ہم دونوں الگ ہو ہی نہیں سکتے۔۔"

"اگر ہو گئے۔۔۔۔۔"

زینب ابھی بھی اپنی بات پر اڑی تھی۔ارسم کو کچھ کھٹکا تھا۔اس نے ٹیک چھوڑی اور زینب کے قریب کھسکا پھر فکر مندی سے بولا۔

"زینب کچھ ہوا۔۔۔؟گھر میں کوئی مسئلہ۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔"

اس نے گھٹنے پر تھوڑی ٹکائے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو۔۔۔"

"میں تمھیں صرف فرض کرنے کا کہہ رہی ہوں۔"

زینب نے اپنی بات سمجھانی چاہی۔ارسم اس کے مزید قریب کھسکا پھر اس کے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے یقین سے بولا۔

"میں ایسا فرض بھی نہیں کرنا چاہتا اور کچھ نہیں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہم کبھی الگ نہیں ہوں گے اور تم کبھی مجھ سے علیحدہ ہونا بھی نہیں چاہو گی۔۔۔ہے نا۔۔۔؟"

آخر میں اس نے اُمید سے پوچھا۔اسے لگا تھا زینب فوراً ہاں کر دے گی لیکن زینب کچھ نہ بولی۔اس کی اُمید بھری نظریں زینب کے چہرے پر جمی تھی۔جو بے تاثر تھا۔چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔پھر زینب آہستہ سے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالتی ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

"ایک بات کہوں۔لوگ بُرے نہیں ہوتے۔بس ان سے وابستہ ہماری توقعات بڑی ہوتیں ہیں۔۔۔۔۔"

پھر اس نے گھٹنے سے تھوڑی اٹھائی اور نظریں اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ ہمیں لوگوں سے ایسی توقعات لگانی ہی نہیں چاہیے جو بعد میں ہمارے لئے تکلیف کا باعث بنیں۔پھر میں کیوں تم سے ایسی بات کہوں جس پر قائم رہنا بعد

میں میرے لئے بھی مشکل ہو جائے۔"

ارسم نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔یہ غیر متوقع تھا۔۔زینب نے نظریں نہیں پھیریں۔وہ آسمان کو ہی دیکھتی رہی۔

"زینب۔۔۔۔"

اس نے بے یقینی سے پکارا۔اس کے لہجے پر زینب نے نظروں کا رُخ پھیرا۔پھر وہی ٹھنڈے تاثرات سے اسے دیکھتی بولی۔

"ارسم یہ دنیا ہے۔ہمیں یہاں ہر چیز کیلئے تیار رہنا پڑتا ہے کیا پتہ۔۔۔۔۔"

لیکن اب وہ اس کی نہیں سن رہا تھا۔

"بس کرو۔۔۔مت بولو۔۔۔۔۔۔میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔مت جیا کرو اتنی تلخی میں۔مت کیا کرو اتنی تلخ باتیں۔تم جانتی ہوں تمھیں دنیا نے اتنا تلخ بنا دیا ہے کہ اب تم اپنی باتوں سے کسی کا دل رکھنا بھی چاہو تو نہیں رکھ سکتی۔۔۔۔۔۔۔"

وہ آج کل بہت بار ایسی بات کہہ چکی تھی لیکن ارسم نظر انداز کرتا تھا۔لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی وہ تو سیدھا سیدھا ارسم کو ہی خود سے کوئی اُمید نا لگانے کو کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

"ارسم دیکھو۔۔۔۔۔۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن آج اس نے زینب کو چپ کروا۔

"بسسس۔۔۔۔ تم جو بھی کہو۔ مجھے پتہ ہے تمھیں زندگی میں جب بھی کوئی مشکل آئی تم سب سے پہلے مجھے ہی کال کرو گی۔۔۔۔۔"

اس نے جیسے خود ہی اندازہ لگایا۔ زینب تلخی سے مسکرائی۔

"اگر تم ایسا چاہتے ہو تو تم نے مجھے بہت غلط لیا ہے۔ میں وہ لڑکی نہیں ہوں جو مردوں کے سہارے کھڑا ہونے سیکھے۔ جو مردوں کے بغیر کچھ کر نا سکے۔ میں نے اپنے باپ کے علاوہ کبھی کسی کا سہارا نہیں لیا۔ میں وہ ہوں جو اپنے راستے میں پڑے پتھر خود ہٹا سکتی ہے۔ اس لئے اگر مجھ پر کوئی مصیبت آئے گی بھی نا تو مجھے تمھیں کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"

"زینب میں صرف کہہ رہا ہوں کہ تم اپنی مشکل میں مجھے یاد رکھو گی۔۔ اور مجھے پتہ ہے تم رکھو گی۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اس نے بس فیصلہ سنا دیا تھا۔ زینب نے دیکھا اس کے چہرے پر اب ہٹ دھرمی تھی۔ دونوں کی نظر ملی پھر وہ بولی۔

"اپنے خود ساختہ پیمانوں کو۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی اس کا فون بج اٹھا۔ زینب چونکی، اتنی صبح صبح فون۔

اس کے گرد الارم سا بجا۔اس نے آگے بڑھ کر کچھ دور رکھا اپنا بیگ اٹھایا اور زپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ارسم نے اسے روکا۔

"پہلے اپنی بات مکمل کرو۔۔۔۔"

"پہلے مجھے فون کال سننے دو۔۔۔۔"

"زینب۔۔۔۔۔۔۔"

ارسم نے بے بسی سے پکارا۔زینب کی باتوں نے اسے واقعی دکھی کر دیا تھا۔

"ارسم اس وقت کبھی کسی کی کال نہیں آئی۔بس کال سن لوں۔پھر بات کرتے ہیں۔۔۔۔"

اس نے بھی جیسے التجا کی تھی۔ارسم نے اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔اس نے جلدی سے موبائل نکالا۔

"وانیہ آپی۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

موبائل کی سکرین دیکھ کر وہ تعجب سے بڑبڑائی۔ارسم نے دیکھا اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی نمودار ہوئی۔زینب نے ریسیو کر کے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔"

زینب۔۔۔۔۔۔۔؟"

انہوں کی فکر مند آواز ریسیور میں گونجی۔

"جی آپی، سب خیریت۔۔۔۔۔"

"زینب تم جہاں بھی ہو۔ جلدی گھر پہنچو۔ امی کی طبیعت بہت خراب ہے۔ ہم انہیں ہوسپیٹل لے کر جا رہے ہیں۔۔۔۔۔"

وانیہ کی آواز آخر میں بھیگ گئی تھی۔ زینب کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔ وہ پریشانی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔ پھر جلدی سے بولی۔

"آپی میں ابھی آ رہی ہوں۔ آپ پریشان نہیں ہوں۔ آپ امی کے ساتھ ہی رہنا۔ میں بس آ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔"

جلدی میں کہہ کر اس نے فون رکھا پھر جھک کر بیگ اٹھایا۔ ارسم لاعلمی سے اسے دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا۔ کیا کہہ رہی تھیں وہ۔۔۔۔"

"ارسم مجھے گھر کے لئے نکلنا ہو گا۔ امی کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے۔ آپی انہیں ہوسپیٹل لے کر جا رہی ہیں۔۔۔۔۔"

اتنی بات سن کر وہ بھی پریشانی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔۔۔۔۔"

اس کی گھبرائی شکل دیکھ کر وہ بولا پھر گاڑی کی چابی نکالی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔"

وہ اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں تھی۔اس لئے فوراً مانتے ہوئے بولی اور جلدی سے دوسری طرف بڑھی۔

"زینب ٹینشن نہیں لو۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔انہیں کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔"

کچھ دیر بعد گاڑی میں بیٹھتے ہی ارسم نے زینب کا پریشان حال چہرہ دیکھ کر اسے تسلی دی۔اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"نہیں تم نہیں جانتے۔ان کی طبیعت پچھلے کچھ دن سے بہت خراب تھی۔۔۔"

"تو ڈاکٹر کو چیک کروانا تھا۔۔۔۔"

کار کا موڑ کاٹتے ہوئے وہ ایک نظر اسے دیکھ کر بولا۔

"کروایا تھا۔ایان بھائی کے ساتھ باقاعدہ چیک اپ کروا کر آئی تھیں۔ڈاکٹر نے میڈیسن دی تھی۔روزانہ یاد سے انہیں میڈیسن دیتی ہوں۔دمے کی وجہ سے آج کل ان ہیلر بھی استعمال کرتی تھیں۔لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

میسج ٹون کی آواز پر اس نے فوراً سر اٹھایا اور ڈش بورڈ پر رکھا اپنا موبائل جلدی سے ہاتھ بڑھا کر پکڑا۔میسج پڑھ کر وہ جلدی سے بولی۔۔۔

"سٹی ہو سپیٹل چلو۔امی کو وہاں ہی لے کر گئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔۔۔"

سر ہلاتے ہوئے اس نے کار ہسپتال جانے والی سڑک پر ڈالی اور زینب نے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔اس کے دماغ میں جھکر چل رہے تھے۔

وقت گزرتا جا رہا تھا اور ایک ایک منٹ زینب کے حواسوں پر کوڑے کی طرح برس رہا تھا۔منان انہیں وانیہ کے ساتھ گاڑی میں لے کر آیا تھا۔زینب کے پہنچنے بعد وقاص صاحب بھی اپنی اہلیہ کے ساتھ ہسپتال پہنچ گئے تھے۔اب تقریباً دو گھنٹے سے وہ سب ہسپتال کے کوریڈور میں کھڑے تھے اور ڈاکٹرز تھے کہ کچھ بتا ہی نہیں رہے تھے۔ وہاں سب کے درمیان ایک بوجھل سی خاموشی حائل تھی۔زینب بھی آئی۔سی۔یو کے باہر سب سے پہلے بینچ پر بیٹھی تھی۔سر ہاتھوں میں گرا رکھا تھا۔دفعتاً اس نے سر اٹھایا تو واضح ہوا۔وہ رو نہیں رہی تھی لیکن اس کی شہد رنگ آنکھیں سُرخ پڑی

تھیں۔جب وہ بولی تو اس کی آواز بہت ہلکی تھی۔

"آپ میں سے کوئی ڈاکٹرز کے پاس جاتا کیوں نہیں ہے۔کوئی تو پوچھے ان سے میری امی کیسی ہیں۔۔۔۔۔"

"زینب کوئی خبر ہو گی تو ڈاکٹرز بتادے گے۔پریشان نہ ہو۔۔۔"

منان نے اسے وہی گھسی پٹی تسلی دی تھی اور وہ یہ الفاظ کب سے سن رہی تھی۔ارسم ان سے تھوڑا آگے کوریڈور میں ہی کھڑا تھا۔وقاص صاحب کے آنے پر اس نے ان سے سلام کیا تھا اور اپنا تعارف زینب کے دوست کی حیثیت سے کروایا تھا۔جواباً انہوں نے اسے پیار دیا لیکن پھر وہ واپس نہیں گیا تھا۔وہ ان کی کسی بات میں بول بھی نہیں رہا تھا بس خاموشی سے ایک جگہ کھڑا زینب کو وقتاً فوقتاً دیکھ لیتا۔

"زینب، پانی پی لو۔۔۔۔۔"

ایان جو کچھ دیر پہلے ہی منظر سے غائب ہوا تھا۔اب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں شاپر میں لپٹی بوتل تھی۔اس نے پانی کی بوتل زینب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔۔۔"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے زینب نے پیچھے دیوار سے سر ٹکا دیا۔وہ اس وقت بے بس نظر آرہی تھی۔اس کے بس میں نہیں تھا وہ خود اٹھ کر اندر چلی جاتی۔

"زینب تھوڑا سا پانی پی لو۔۔۔۔۔۔۔"

اب کے وقاص صاحب آگے بڑھے تھے۔

"نہیں چچا جان، میرا کچھ بھی پینے کا دل نہیں کر رہا۔۔۔۔۔"

"وہ کہہ رہی ہے اس کا من نہیں ہے تو مت اصرار کریں۔۔۔۔"

مسز وقاص کہتے ہوئے بینچ پر زینب کے قریب ہوئیں تو زینب فوراً ان سے لپٹ گئی۔

"موحد کو فون کیا تم نے۔۔۔۔۔"

وقاص صاحب ایان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہاں میں نے کیا تھا کہہ رہا تھا کہ کچھ دیر میں پہنچتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

اگلے کچھ لمحے کوریڈور میں پھر خاموشی رہی۔سب آئی۔سی۔یو کے دروازے پر نظریں جمائے ڈاکٹرز کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔بالآخر کچھ دیر بعد آئی۔سی۔یو کا دروازہ کھول کر دو سینیئر ڈاکٹرز باہر آتے دیکھائی دیئے۔دروازہ کھلنے کی آواز پر زینب نے سر اٹھایا پھر ڈاکٹرز کو باہر آتا دیکھ کر جلدی سے اٹھی اور ان کی طرف بڑھی۔

وقاص صاحب بھی اس کے ساتھ تھے۔باقی سب بھی ان کے پیچھے ہی بڑھے۔

"کیسی طبیعت ہے اب پیشنٹ کی۔۔۔۔؟"

وقاص صاحب نے پوچھا۔

''سر،ان کی حالت پہلے سے بہتر ہیں۔لیکن اگلے تین گھنٹے بہت اہم ہیں۔۔۔''

پھر انہوں نے زینب کی طرف رُخ موڑا۔

''مِس خالد،آپ ہمارے ساتھ آئیں۔ہمیں آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔''

کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔وانیہ بھی مسز خالد کے ساتھ ہسپتال آتی تھی لیکن چونکہ زینب 'کافی دفعہ' اپنی امی کے ساتھ آئی تھی اور ان کی بیماری کی مکمل تفصیلات انہوں نے زینب کو بتائی ہوئیں تھی اسی لئے انہوں نے اسے ہی بلایا تھا۔زینب کچھ ڈرتی،کچھ خوف زدہ فوراً اُن کے پیچھے لپکی تھی۔

اپنے کمرے میں آکر وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

''آئیں بیٹھیں۔۔۔''

زینب دھڑکتے دل کے ساتھ ان کے سامنے چیئر ہر ٹک گئی۔

''دیکھئے مِس خالد۔یشنٹ کو جب لایا گیا تھا تب ان کی حالت کافی کریٹیکل تھی۔ہمیں انہیں نارمل کرنے میں کافی ٹائم لگا ہے۔ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ ان کو سانس کا کافی مسئلہ ہے۔آپ کو ان کا خیال رکھنا تھا۔لیکن ان کی صحت کے معاملے میں مجھے لگتا ہے آپ کافی کوتاہی برت گئی ہیں۔آپ کو انہیں شدید ڈپریشن لینے سے روکنا تھا۔لیکن آج انہیں جو اٹیک ہوا ہے وہ شدید ڈپریشن کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔ابھی ہم نے انہیں

مصنوعی آکسیجن لگادی ہے۔اگلے تین گھنٹے بہت اہم ہیں۔اگر ان کی سانس کی رفتار نارمل نہ ہوئی تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔"

وہ اپنے وہی پروفیشنل انداز میں بتا رہے تھے اور زینب کے ارد گرد جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔وہ تو انہیں صبح اچھا بھلا چھوڑ کے آئی تھی۔اس نے ٹیبل کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے لیکن ہونٹوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے وہ کچھ بول نہ پائی اور کہنے کو کچھ بچا بھی نہیں تھا۔ڈاکٹر اس کی طرف سے جواب کے منتظر تھے لیکن وہ بولی بھی تو بسس یہ۔۔۔۔

"کیا میں اپنی امی سے مل سکتی ہوں۔۔۔۔"

اس کی آواز میں نمی محسوس کی جا سکتی تھی۔وہ جیسے بہت ضبط سے بیٹھی تھی۔آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔

"جی آپ مل سکتی ہیں تھوڑی دیر کیلئے۔لیکن پلیز پیشنٹ کو بولنے مت دیجیئے گا۔۔۔"

ڈاکٹر نے اس کی حالت کے پیشِ نظر اسے ملنے کی اجازت دی تھی۔وہ سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی پھر مڑی اور بسس۔۔۔۔

آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر گالوں پر بہنے لگے۔بے دردی سے آنکھوں کو رگڑتی ہوئی وہ باہر کی طرف بڑھی۔

"زینب۔۔۔۔۔"

اس کو باہر آتا دیکھ کر سب اس کی طرف بڑھے۔وہ باہر آنے تک اپنا چہرہ صاف کر چکی تھی لیکن آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔

"کیا بتایا ڈاکٹرز نے۔۔۔"

وانیہ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھامتے ہوئے بے تابی سے پوچھا۔آخر کو اندر اس کی بھی ماں تھی۔

"آپی آپ بس دعا کریں۔ڈاکٹرز نے کہا ہے امی کی حالت بہت خراب ہے۔۔۔"

زینب نے خود پر ضبط کرتے ہوئے کہا لیکن ایک آنسو پھر بھی اس کی آنکھ سے نکل کر گال پر بہہ گیا۔

"ابھی آپ یہی ٹھہریں میں امی سے مل کر آتی ہوں۔۔۔"

زینب نے اس کا ہاتھ تھپتھپا کر کہا۔

www.novelsclubb.com

"میں بھی چلوں گی۔۔۔"

"نہیں آپی۔ڈاکٹر نے صرف ایک بندے کو جانے کی اجازت دی ہے اور ابھی امی بات نہیں کر سکتی۔۔۔"

اتنا کہہ کر وانیہ کو بینچ پر بٹھاتی وہ خود آئی۔سی۔یو کی طرف بڑھی تھی۔

"موحد ابھی تک نہیں آیا۔۔۔"

اسے جاتا دیکھ کر اب کی بار منان نے ایان سے پوچھا تھا۔

"موحد بڑی امی کو یہاں لانے سے کچھ دیر پہلے ہی گھر سے آفس کیلئے نکلا تھا۔ ہو سکتا ہے ٹریفک میں پھنسا ہو۔۔۔۔"

ایان نے اندازہ لگایا تو منان چپ کر گیا۔

"اسے فون کر کے جلدی آنے کا کہو۔۔۔۔ کوئی اتنا بھی ضروری کام نہیں تھا آفس میں۔۔۔۔۔"

اب وقاص صاحب برہم ہوئے تو ایان نے جلدی سے کہا۔

"جی جی، تایا جان ابھی کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔"

آئی۔ سی۔ یو میں داخل ہوتی زینب نے ان کی بات سنی تھی لیکن اس کا ذہن اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہ ان کی بات کا سہی سے اندازہ نہیں لگا پائی تھی۔ کوریڈور کے آخر میں کھڑے ارسم نے خاموشی سے یہ سب دیکھا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر بیڈ پر لیٹے اپنی ماں کے کمزور وجود پر پڑی تو پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی بیڈ کے قریب آئی اور پاس پڑے سٹول پر بیٹھ گئی۔

وہ اپنی ماں کے وجود کو مختلف قسم کی مشینوں میں جکڑا دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے لرزتے ہاتھ میں ان کا نازک ہاتھ تھاما اور جھک کر ان کے ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ پھر وہ سیدھی ہوئی اور ان کے ہاتھوں کو پکڑے ہی بولی۔

"مجھے معاف کر دیں امی۔ میں آپ کا خیال نہیں رکھ پائی۔ بابا کے جانے کے بعد ایک آپ ہی تو ہیں ہمارے پاس۔۔۔۔"

وہ رُکی۔ آنسو ابھی بھی اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

"ڈاکٹرز بتا رہے ہیں کہ آپ کی طبیعت بہت خراب ہے۔ پتہ نہیں آپ۔۔۔۔"

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس کے رونے میں مزید تیزی آ گئی۔ کمرے میں صرف اس کی ہچکیوں کی آواز آ رہی تھی۔ کچھ لمحے بعد وہ خود پر قابو پاتے ہوئے گیلی سانس اندر کھینچتے ہوئے بولی۔

آپ کو پتہ ہے جب آپ کی طبیعت خراب ہوتی تھی تو بابا کہتے تھے کہ میری تو زندگی کے آخری لمحے ہیں تم لوگ اپنی ماں کا خیال رکھا کرو۔ایک ماں تو اولاد کے پاس وہ سہارا ہوتا ہے جس کے بغیر اولاد زندگی کا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔اسی لئے تم لوگ بس اپنی ماں پر توجہ دو۔امی میں مانتی ہوں میں بابا کی لاڈلی تھیں اور ان سے زیادہ پیار کرتی تھی لیکن آپ کی جگہ بھی میری زندگی میں ان سے کم نہیں ہے۔۔۔۔"

وہ اداسی سے پھیکا سا مسکرائی۔ان کے ہاتھ کو اس نے ابھی بھی دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ان کے دائیں ہاتھ میں کینولا لگا تھا۔

"لیکن میں اپنے بابا کی بات پر عمل نہیں کر سکی۔پلیز امی ٹھیک ہو جائیں ورنہ ہم بالکل اکیلے رہ جائے گے۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔"

ان کے ہاتھوں پر سر جھکائے وہ رو رہی تھی۔چند لمحے گزرے کے اچانک اس کے ہاتھ میں تھامے ان کے ہاتھ نے ہلکی سی حرکت کی۔زینب نے تیزی سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔وہ مندی مندی آنکھیں کھولیں آکسیجن ماسک میں سانس لینے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"امی۔۔۔۔۔"

بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا۔پھر وہ جلدی سے ان کا ہاتھ چھوڑتی،آنکھوں سے

آنسو صاف کر کے اٹھنے لگی۔۔۔۔

"میں ڈاکٹرز کو بلا۔۔۔۔۔۔"

کہتے ہوئے وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ انہوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے ڈوپٹے کا کونا پکڑا۔اس نے مڑ کر انہیں دیکھا۔وہ ہاتھ سے اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔وہ جلدی سے ان کی طرف جھکی۔۔۔۔

"شکر ہے آپ ٹھیک ہیں۔اللہ کا شکر ہے۔آپ کو پتہ ہے میں بہت ڈر گئی تھیں۔مجھے لگا میں آپ کو کھو دوں گی۔میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔بابا کو کھو دیا ہے آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔۔۔۔۔"

ان کے ہاتھ کو تھام کر اسے چومتے ہوئے وہ روانی سے بولتی جا رہی تھی۔آنکھوں سے آنسو بہنا پھر سے جاری ہو گئے تھے۔پتہ نہیں اب خوشی کے آنسو تھے یا غم کے۔یہ آنسوؤں کا بھی انسان کے ساتھ عجیب سا رشتہ ہے۔کبھی چاہنے کے باوجود بھی یہ انسان کی آنکھوں سے رواں نہیں ہوتے اور کبھی ناچاہتے ہوئے بھی یہ انسان پر مہربان ہو جاتے ہیں۔

انہوں نے اپنے دوسرے ہاتھ کو حرکت دی اور ہاتھ کو آہستہ آہستہ منہ تک لے جاتے انہوں نے آکسیجن ماسک اتارنا چاہا۔زینب نے فوراً ان کا ہاتھ تھاما۔

"نہیں امی، ابھی نہیں۔ آپ کو ابھی آکسیجن کی اشد ضرورت ہے۔۔۔۔۔"

مسز خالد نے نفی میں ہلکا سا سر ہلایا۔ ان کے چہرے پر کوئی درد کوئی تکلیف نہیں تھی۔ وہ بس جیسے زینب سے بات کرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے لرزتے ہاتھوں سے ماسک نیچے اتارا۔ زینب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"زینب۔۔۔۔۔"

انہوں نے ہلکی سی سرگوشی کی۔

"جی امی۔۔۔۔"

اس نے بھگیں آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"بیٹا، میری بات۔۔۔۔ غور سے سنو۔۔۔"

وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھیں۔

"امی پلیز، ہم بات میں بات کریں گے۔۔۔۔"

زینب نے التجا کی تھی۔ آئی۔ سی۔ یو کا وہ کمرہ خاموشی سی ان ماں، بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ زینب نے ایک بار پھر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ان کا آکسیجن ماسک اوپر کرنا چاہا لیکن انہوں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

"میری بات سنو۔۔۔۔"

گہری لمبی سانس لیتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"جی امی، میں سن رہی ہوں۔۔۔۔"

اس نے آنکھوں سے آنسو صاف کرتے کہا۔ لیکن وہ بہے جا رہے تھے۔

"دیکھو بیٹا، جو بھی ہو۔ جتنی بھی مشکل ہو۔۔۔۔۔۔۔"

ان کی آواز لڑکھرائی۔ انہوں نے ایک اور لمبا سانس کھینچا۔

"کبھی خود کو وانیہ کی طرح قربان نہ کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی وقاص بھائی اور زاہد بھائی کے بچوں کے سامنے نہیں جھکنا۔۔۔۔۔۔ کبھی۔۔۔۔۔"

ان کا سانس پھر اکھڑا۔

"امی مجھے سب پتہ ہے۔ پلیز آپ ماسک پہن لیں۔۔۔"

زینب نے ان کا ہاتھ ملتے ہوئے التجا کی۔

"بیٹا، کبھی ارسم کا ساتھ نہیں چھوڑنا۔۔۔"

زینب کا ان کے ہاتھ کو ملتا ہاتھ رُکا۔ اس نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ سانس لینے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ زینب نے جلدی سے ان کا آکسیجن ماسک اوپر کیا اور تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔ باہر آئی تو اس نے دیکھا ڈاکٹر وقاص صاحب کے ساتھ کھڑے کوئی بات کر رہے تھے وہ تیزی سے ان تک پہنچی۔

"ڈاکٹر، امی کو ہوش آگیا ہے۔ان کا سانس اکھڑ رہا ہے۔پلیز دیکھیں۔۔۔"

اس نے پھولے ہوئے سانس کے درمیان کہا تو ڈاکٹرز جلدی سے اندر کی طرف بڑھے۔آگے بڑھ کر اس نے سہارے کیلئے بینچ کی بیک کو تھاما۔مسز وقاص فوراً اس کی طرف بڑھی۔

"زینب، تم ٹھیک ہو۔۔۔"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں دور رو کنا چاہا لیکن انہوں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑا۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا کوریڈور میں ارسم، منان اور وانیہ کے علاوہ سب موجود تھے۔

"چچی جان، میں پریئر ہال سے آتی ہوں۔۔۔۔۔۔"

کہہ کر اپنی اکھڑتی سانسوں کو سنبھالتی وہ آگے بڑھی۔

"جاؤ اسے دیکھو۔۔۔۔۔۔۔"

وقاص صاحب نے اپنی اہلیہ سے کہا۔

"نہیں، بچی کو اکیلا رہنے دیں۔اس کا دل ہلکا ہو جائے گا۔۔۔۔"

پریئر ہال میں داخل ہوتے ہی اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔وہ غیر متوازن قدموں

سے چلتی قدرے سائیڈ پر بنے ایک بینچ پر بیٹھی۔اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔ ایک عجیب قسم کے خوف نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ارد گرد چند خواتین دونواز ہوئی اپنے رب کے حضور سجدہ کر رہیں تھیں۔اسی وقت دروازے کے سامنے سے گزرتے ارسم کی نظر اس پر پڑی تو وہ تیزی سے اس تک آیا۔

''زینب، تم ٹھیک ہو۔۔۔۔۔۔؟''

زینب نے آہستہ سے سر اٹھایا۔وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھ چکا تھا۔

''ارسم امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔وہ بہت عجیب باتیں کر رہی تھیں۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔''

کہتے ہوئے زینب کی آنکھیں پھر سے بھیگ گئیں۔

''زینب، حوصلہ کرو، آنٹی جلد ٹھیک ہو جائے گی۔''

''نہیں ارسم۔۔۔۔۔۔''

www.novelsclubb.com

اس نے نفی میں سر ہلایا۔آنکھوں سے آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔

''تمھیں نہیں پتہ، وہ بہت عجیب باتیں کر رہی ہیں۔جیسے ان کی زندگی بس چند لمحے کی ہو۔تمھیں پتہ ہے بابا کی وفات والے دن بھی جب میں کالج جانے سے پہلے ان کے پاس گئی تھی تو وہ ایسی ہی باتیں ہی کر رہے تھے۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔''

بات کے آخر میں اس نے اپنے آنسو صاف کرنے چاہے لیکن وہ تواتر بہہ رہے تھے۔ ارسم نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسوؤں سے زیادہ ڈر تھا۔ کسی اپنے کو کھونے کا ڈر۔ اسے ایک لمحے کیلئے حیرت ضرور ہوئی تھی کیونکہ یہ وہی زینب تھی جو ابھی کچھ گھنٹے پہلے یونی میں بیٹھی اس سے کہہ رہی تھی کہ اگر اسے کوئی مصیبت ہوئی تو وہ خود ہی ہینڈل کرلے گی۔ ارسم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"زینب اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اللہ وہی کرے گا جو ہم سب کے حق میں بہتر ہو گا۔ دیکھنا وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گیں اور زینب تو بہادر لڑکی ہے نا۔ حالات سے مقابلہ کرنے والی۔ سو بی بریو۔۔۔۔۔"

زینب کے ہاتھوں پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں بولا۔ زینب نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ آنسوؤں کے پیچھے بس دھندلا سا کوئی نظر آرہا تھا۔ زینب کو اسے پہچاننے میں دقت ہوئی۔ لیکن دھند کے پیچھے اس چہرے پر ایک اُمید نظر آرہی تھی۔ آیک آس، اسی دھندلاتے منظر میں ایک دوسرا منظر اُبھرا۔ ایک الگ ہی منظر چلنے لگا۔ وقت کچھ سال پیچھے چلا گیا۔ جگہ بھی بدل گئی۔

وہ ایک پُر تعیش بیڈ روم تھا۔ کمرے کے بیچ و بیچ بیڈ پر وہ لیٹے تھے۔ وہ تیار ہو کر کالج یونیفارم میں ملبوس سر جھکائے کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے خالد صاحب کے کمرے

میں داخل ہو رہی تھی۔

"بابا، آپ نے یاد سے۔۔۔۔۔۔"

گھڑی باندھ کر اس نے سر اٹھایا تو باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ خالد صاحب ایک طرف کو جھکے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ جلدی سے بھاگ کر بیڈ کے سرہانے تک پہنچی۔

"بابا، آپ بھی نہ۔ آواز دے کر ہمیں بلا لیا ہوتا۔"

وہ خفا لہجے میں کہتے ہوئے ان کو سیدھا کر کے بیٹھانے لگی۔ پھر سائیڈ ٹیبل سے انہیں پانی کا گلاس اٹھا کر دیا۔

"بس بیٹا، میں نے سوچا تم لوگ جانے کیلئے تیار ہو رہی ہو گی۔ آواز دے کر پریشان کیوں کرنا۔۔۔۔"

انہوں نے اس کے ہاتھ سے گلاس پکڑ کر پانی پیا۔

"بابا۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے شکوہ کناں نظروں سے باپ کو دیکھا۔ جن کا چہرہ نقاہت زدہ تھا۔ بڑھتی عمر کی وجہ سے چہرے پر جھڑیوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن ان کی آنکھیں آج بھی چمکتی گہری سیاہ تھیں۔

"ہم غیر نہیں ہیں۔اپنے ہی ہیں اور اپنوں کو تو جب آواز دو آپ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئیں گے آپ کے پاس۔۔۔۔۔"

سر جھٹک کر کہتے ہوئے اس نے اپنا ڈوپٹہ درست کیا پھر ان سے گلاس لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"غلط بات ہے یہ بیٹا،۔۔۔۔"

"وہ کیسے بابا۔۔۔۔۔"

سیدھا ہوتے ہوئے ان کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"بیٹا،اپنوں کو صدا دینے کی غلطی نا کرنا۔اپنے ہی ہوتے ہیں جو آپ کو جانتے ہوئے بھی آپ کی زات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔جو آپ کے پاس ہو کر بھی آپ کو سمجھ نہیں پاتے۔آپ کے اپنے ہی آپ پر ایسا وار کرتے ہیں کہ آپ کا اپنی زات پر سے بھی مان اٹھ جاتا ہے۔آپ کے اپنے ہی زندگی میں آپ کو سب سے گہری چوٹ دیتے ہیں۔کبھی اپنے اپنوں پر حد سے زیادہ اعتبار نہ کرنا۔ورنہ بہت نقصان اٹھانا پڑے گے زندگی میں۔۔۔۔"

کمزوری کی وجہ سے وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہے تھے اور وہ انہیں دیکھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح سر اثبات میں ہلاتی جا رہی تھی۔

"اور بیٹا، میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ اپنے چچاؤں کے بچوں کا کبھی مقابلہ نہ کرنا۔ وقاص اور زاہد نے جو کمپنی بنائی ہے اس میں میری بھی شراکت داری ہے۔ لیکن چونکہ اب ان کے بیٹے اس فرم کو سنبھال رہے ہیں تو اس میں میرا کوئی حصہ نہیں۔۔۔"

وہ وقتاً فوقتاً زینب کو ایسی باتیں بتاتے رہتے تھے۔ اس لئے زینب کو گھر کے معاملات کے بارے میں وانیہ اور غزل سے زیادہ پتہ تھا۔

"لیکن ایک دوکان ہے جس کا کرایہ تم سب تک پہنچے گا۔ میرے جانے کے بعد وہ آخری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بابا۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے تڑپ کر اپنا ہاتھ ان کے ہونٹوں پر رکھ کر انہیں بات مکمل کرنے سے روکا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"پلیز، ایسی بات نہ کہیں۔۔۔۔۔۔"

انہوں نے افسردہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ ایسا کرتے ان کی سیاہ آنکھیں چمکیں تھیں۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگایا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے ہوئے بولے۔

"بیٹا، زندگی ایک بے یقین سفر ہے۔اس لئے خود کو ہر لمحہ، ہر وقت موت کیلئے تیار رکھو اور میری زینب تو بہادر ہے نہ۔ بابا کی طرح حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔ سو بی بریو۔۔۔۔"

زینب نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ہاتھ ابھی بھی ان کے گرم ہاتھوں نے مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔۔۔دھندلاتے منظر میں سب مل جل رہا تھا۔۔۔۔

اور آج ہسپتال میں پرئیر روم کے بینچ پر بیٹھی زینب نے سوچا تھا کہ ارسم نے بابا کے الفاظ چُرائے ہیں یا بابا نے ارسم کے۔سامنے بیٹھا شخص تو اسے کچھ عرصہ قبل ملا تھا پھر وہ اس کے بابا کے کہے الفاظ کیسے جانتا تھا؟

"زینب۔۔۔۔۔۔"

آواز پر وہ چونکی۔ارسم اسے بلا رہا تھا۔حواسوں میں واپس آئی تو اسے اپنی حالت کا اندازہ ہوا۔اس نے جلدی سے ارسم کے ہاتھوں سے ہاتھ نکال کر آنسو صاف کئے۔

"چلو، باہر چلیں۔وہ سب تمھارا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے آئی۔سی۔یو تک آئے۔

"زینب۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسے آتا دیکھ کر وانیہ اس کی طرف لپکی۔

"جی آپی۔۔۔۔"

"امی کی طبیعت کیسی ہے۔۔۔"

اس نے گیلی سانس ناک سے کھینچتے ہوئے پوچھا۔جب وہ اندر سے باہر آئی تھی تب وانیہ وہاں نہیں تھی شاید واش روم گئی ہوئی تھی۔وانیہ نے ڈوپٹہ حجاب کی صورت میں اوڑھا ہوا تھا۔سُرخ آنکھیں اور سُرخ ناک اس بات کا غماز تھا کہ وہ بھی خدا کے سامنے اپنی امی کی سلامتی کیلئے روتی رہی ہے۔زینب نے آگے بڑھ کر اسے تھاما۔ارسم کوریڈور میں پیچھے ہی رُک گیا تھا۔

"آپی،آپ بس دعا کریں۔انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"

www.novelsclubb.com

"زینب امی۔۔۔۔"

وانیہ کی آنکھیں پھر بھیگیں۔

"آپی بس دعا کریں۔۔۔۔"

فلحال وہ اتنا ہی کہہ سکتی تھی۔

~

وہ ابھی آفس پہنچا ہی تھا کہ اسے منان کا میسج ملا تھا کہ بڑی امی کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے۔ ہم انہیں ہسپتال لے کر جا رہے ہیں۔ تم بھی فوراً ادھر ہی پہنچ جاؤ۔ فوراً اس کے گرد خطرے کی گھنٹی بجی تھی کیونکہ آج کل ان کی طبیعت واقعی بہت خراب رہتی تھی۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ جو ابھی آیا تھا جلدی سے گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے باہر بھاگا تھا۔ برق رفتاری سے گاڑی پارکنگ سے نکالی اور روڈ پر ڈالی۔ ابھی کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ ٹریفک جام میں پھنس گیا۔ غصے سے اس نے کافی دفعہ ہارن دیا مگر بے سود۔ آگے پیچھے بہت سی گاڑیاں ایسے ہی ہارن دے رہی تھیں۔

بے بسی بھرے غصے سے اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔ وہ صبر کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ تبھی اس کا موبائل بجا۔

"ہاں ایان۔۔۔۔۔۔۔"

جلدی سے اوکے کر کے اس نے کان سے لگایا۔

"ہیلو موحد، کہاں تک پہنچے ہو۔۔۔۔۔"

ریسیور میں ایان کی آواز گونجی۔

"یار، وہ میں ٹریفک جام میں پھنس گیا ہوں۔ کچھ دیر لگ جائے گی تم بتاؤ بڑی امی کی طبیعت سنبھلی۔۔۔۔۔"

"نہیں، ڈاکٹرز نے کہا ہے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مزید ابھی وہ کچھ تفصیل سے نہیں بتا رہے۔ تم جلدی پہنچو۔۔۔۔"

"ہاں کوشش کرتا ہوں۔۔۔۔"

کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔ پھر بڑی مشکل سے تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ اس ٹریفک جام سے نکلا اور تیز گاڑی چلاتے ہوئے دس منٹ میں سٹی ہوسپٹل پہنچا۔ باہر ہی اسے منان کھڑا نظر آیا۔ تیزی سے اس کے پاس پہنچ کر اس نے پہلا سوال یہی کیا۔

"بڑی امی کی طبیعت کیسی ہے۔۔۔۔"

"کافی کریٹیکل سیچوئیشن ہے۔۔۔"

اس کو لئے اندر کے طرف بڑھتے منان نے کہا تھا۔

جب وہ دونوں آئی۔ سی۔ یو کے باہر پہنچے تو موحد نے دیکھا وانیہ بینچ پر بیٹھی بنا آواز

روتے ہوئے لب ہلاتی مسلسل کچھ پڑی رہی تھی۔زینب آئی۔سی۔یو کے قریب ہی دیوار سے ٹیک لگائے خشک آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر ٹکائے کھڑی تھی۔کچھ پیچھے ایک لڑکا کھڑا تھا جو زینب کو ہی دیکھ رہا تھا۔ان حالات میں بھی اس نے اس لڑکے کو فوراً پہچان لیا تھا وہ وہی تھا جو ان کی کار سے ٹکرایا تھا۔

ایان وانیہ کے ساتھ بینچ کے قریب کھڑا تھا۔وانیہ کے ساتھ ہی اس کی امی بھی بیٹھی تھیں۔اسے دیکھ کر وانیہ نے سر اٹھایا وہ سب سے پہلے اسی کی جانب بڑھا۔

"وانیہ،سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔"

اس کے دوسری طرف بیٹھ کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اس نے اس کا سر تھپکا۔

"موحد میں امی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔۔۔"

اس نے روتے ہوئے کہا۔

"شششش،سب بہتر ہو گا۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اس سب کے دوران اس نے وقاص صاحب کی گھورتی نظروں کو نظر انداز کیا تھا اور تبھی موحد کی نظر زینب پر پڑی جس کی خشک آنکھیں یک دم بھیگ گئی تھیں۔

اسی وقت آئی۔سی۔یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز چلتے ہوئے باہر آئے۔زینب نے دیوار کی ٹیک چھوڑی اور سب سے پہلے آگے بڑھی۔باقی سب بھی جلدی سے پیچھے آئے۔چند

لمحے ڈاکٹرز خاموش رہے۔ لیکن اب زینب کو ایک سوال پوچھنا تھا۔ وہ ایک سوال جو اس کی ساری زندگی کی گفتگو پر بھاری تھا۔

"کیسی ہیں وہ۔۔۔"

بالآخر وہ بولی تو اسے اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی سنائی دی۔ جس آواز میں آس بھی تھی، امید بھی، اور خوف بھی۔

"دیکھیں مِس خالد، ہم نے اپنی پوری کوشش کی۔ بٹ انفورچونیٹلی، شی از نو مور۔۔۔۔۔"

انہوں نے زینب کی طرف رُخ کر کے کہا اور ایکسکیوز کرتے ہوئے ایک سائیڈ سے نکل کر چلے گئے۔

ایک لمحے کیلئے زینب کے قدم لڑکھڑائے لیکن پھر دیوار کا سہارا لیتے ہوئے اس نے آہستہ سے اپنی آنکھوں کو بند کیا اور بہت سے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔۔۔۔۔"

ایک ہفتے بعد:

دوپہر کے وقت سورج اپنی آب وتاب سے آسمان پر چمک رہا تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے موسم عجیب خشک خشک سا تھا۔ حبض کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں کے ائیر کنڈیشنر ماحول سے باہر قدم نہیں رکھ پا رہے تھے۔

ایسے میں اس گھر میں داخل ہوتے ہی کافور کی بو نتھوں سے ٹکراتی تھی۔ برآمدے سے گزر کر اندر لاؤنج میں آؤ تو وہاں کا منظر مختلف تھا۔ صوفے ہٹا کر نیچے فرش پر قالین بچھا تھا۔ جس پر چادریں ڈال کر اطراف میں کشن رکھے ہوئے تھے۔ وہ آج بھی پچھلے ایک ہفتے کی طرح اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی۔ ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے وہ ہاتھ میں موجود شمارے نیچے سفید چادر پر گرا رہی تھی۔

دائیں طرف ایک کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ اندر کا منظر کچھ یوں تھا۔

بیڈ پر غزل بیٹھی مسلسل روتے ہوئے نفی میں سر ہلاتی جا رہی تھی۔ وانیہ اور منان تقریباً پندرہ منٹ سے اس کے پاس کھانے کی ٹرے پکڑے کھڑے تھے۔

"غزل، دیکھو میری جان۔ تھوڑا سا کھانا کھا لو۔ کھانے سے کیا ناراضگی ہے۔۔۔۔"

وانیہ اسے سمجھاتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"مجھے نہیں کھانا۔امی کو بلائیں۔وہ ہمیں کیسے چھوڑ کے جا سکتی ہیں۔انہیں بلائیں، ہم مل کر کھانا کھائیں گے۔۔۔"

وہ ابھی بھی نفی میں سر ہلاتی روئے جا رہی تھی۔وانیہ نے بے بسی سے منان کو دیکھا اور منان نے افسوس سے آنکھیں بند کر لیں۔

باہر آؤ تو زینب ابھی بھی ویسے ہی بیٹھی کچھ پڑھے جا رہی تھی۔ساتھ ساتھ وہ ان کی آوازیں بھی سن رہی تھی۔بلکہ وہ روزانہ ہی سنتی تھی پھر روزانہ کے معمول کے مطابق وہ خاموشی سے اٹھی۔شمارے اکٹھے کر کے ٹیبل پر رکھے اور ڈوپٹہ درست کرتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھی۔ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس، ڈوپٹے کو حجاب کی شکل میں چہرے کے گرد لپیٹے وہ مزید سنجیدہ اور بڑی بڑی لگ رہی تھی۔

اندر آ کر اس نے منان کے ہاتھ سے کھانے کی ٹرے پکڑی اور وانیہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔زینب آگے بڑھی اور وانیہ کی چھوڑی جگہ پر بیٹھ گئی۔ ٹرے اپنے اور غزل کے درمیان میں رکھی۔غزل نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔زینب نے ابھی بھی خاموشی سے روٹی کا نوالہ توڑ کر اسے سالن میں ڈبویا پھر اسی خاموشی سے غزل کے ہونٹوں تک وہ نوالہ لے گئی۔

وانیہ اور منان ابھی تک وہیں کھڑے تھے کیونکہ غزل نے اپنے لب نہیں کھولے تھے۔

بالآخر زینب نے اپنے لب وا کئے اور خاموشی کو توڑا۔

"جب ابو کی وفات ہوئی تھی تو امی مجھے ایک بات سمجھایا کرتی تھیں۔۔۔۔آپ کی زندگی سے کسی انسان کے چلے جانے پر یہ دنیا رُک نہیں جائے گی۔یہ کائنات کا نظام ہے۔یہ ایسے ہی چلتا آرہا ہے اور ایسے ہی چلے گا۔زندگی چلتی رہے گی۔اگر کچھ رُکے گا تو وہ انسان ہو گا یعنی ہم اور جب تک ہم اس غم سے نکل کر جینے کے قابل ہوں گے تب تک یہ دنیا بہت آگے نکل چکی ہو گی۔تو کیا اس سے بہتر یہ نہیں ہے کہ ہم جلد ہی غم سے نکل کر زندگی کی اس دوڑ میں شامل ہو جائیں۔تو میری بہن،خود کو سنبھالو اور زندگی کی اس دوڑ میں شامل ہو جاؤ ورنہ یہ دنیا بہت آگے نکل جائے گی۔۔۔۔۔"

وہ روزانہ کوئی ایک بات غزل کو بتاتی تھی۔وہ روزانہ اسے کچھ نیا سیکھاتی تھی اور وہ روزانہ بھول کر اگلے دن پھر وہی ضد کرتی تھی۔اس کی بات سن کر بالآخر روزانہ کی طرح غزل نے اپنے لب کھولے۔زینب نے بڑھائے ہوئے ہاتھ سے نوالہ اس کے منہ میں ڈالا۔دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے اس کے گالوں پر بہتے آنسو صاف کئے تھے۔اتنا تو اسے اس ہفتے میں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بس باتوں میں ہی تیز تھی۔ورنہ دل

اس کا ابھی بھی ایک چھوٹے بچے کی مانند تھا۔ان تینوں میں سب سے زیادہ اس ہفتے میں وہی جزباتی ہوئی تھی اور زینب نے سوچا۔ کبھی کبھی ہم بعض انسانوں کے بارے میں کتنے غلط ہوتے ہیں اور وہ بعض بھی ہمارے اپنے ہی ہوتے ہیں۔

منان اور وانیہ نے نم ہوتیں آنکھوں سے یہ منظر دیکھا اور بنا کچھ کہے کمرے سے چلے گئے۔

اب زینب غزل سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی اس کا دھیان بٹا رہی تھی کیونکہ وہ اپنے ابو کے انتقال پر بالکل اسی عمر اور ایسے ہی وقت سے گزر چکی تھی۔

وہ روزانہ یہ سب کرتی تھی۔یہ سب اس کی روٹین کا حصہ بن چکا تھا۔یونی وہ اس دن سے ہی نہیں جا رہی تھی۔ان سب کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں۔ان تبدیلیوں کو واپس پہلے جیسا کرنے کیلئے تھوڑا وقت لگنا تھا۔

یا شاید کچھ تبدیلیاں کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتیں تھیں۔جیسے زینب کا شام میں ماں کو دوا کھلانے جانا۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔؟"

وہ آج دو ہفتے بعد یونی جانے کیلئے تیار ہوئی تھی۔ وانیہ کو صبر دلانا اور غزل کو سنبھالنا جیسے بہت مشکل کام ہو گیا تھا۔ دوسرے شہر سے آئے مہمانوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ گھر کے کام میں اس نے چچی کا ہاتھ بھی بٹایا تھا۔ باقی خود کو تو وہ ایسے بھی سنبھال چکی تھی لیکن اب پہلے سے زیادہ سنجیدہ رہنے لگی تھی۔ گھر کے حالات بہتر ہوتے دیکھ کر اس نے یونی جانے کا ارادہ کیا۔ پھر صبح فجر کے بعد یتیم خانے کے بچوں کو کھانا بھجوا کر اس نے یونی جانے کیلئے کپڑے نکالے۔ شنایہ کو جب اس نے آنے کا بتایا تو اس نے تب ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اسے صبح پِک کر لے گی۔ اب تیار ہو کر جب وہ لاؤنج میں کھڑی شنایہ کا انتظار کر رہی تھی تو وہاں سے گزرتے موحد نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"یونی۔۔۔۔"

اسے یک لفظی جواب دیتے ہوئے اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ اب تک شنایہ کو آ جانا چاہیے تھا۔ اس نے بے اختیار سوچا۔ اس کا جواب سن کر وہ قدم قدم چلتا اس تک آیا۔ زینب نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

زینب کی آنکھوں میں اچنبھا ابھرا۔بولی وہ کچھ نہیں۔

"کس سے پوچھ کر یونی جا رہی ہو۔۔۔۔؟"

"جی۔۔۔۔۔۔"

زینب نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"میں پوچھ رہا ہوں یونی جانے کی اجازت کس نے دی ہے تم کو۔۔۔"

اب کی بار اس نے زرا سخت لہجے میں پوچھا تھا۔زینب نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔سب ڈائینگ ہال میں ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔وہ لاؤنج میں زرا سائیڈ پر کھڑے تھے جہاں سے ڈائینگ ہال میں سے کسی کو یہ منظر نظر نہیں آ رہا تھا۔پھر زینب نے چہرہ دوبارہ اس کی طرف موڑا۔

"میں پڑھتی ہوں اور یونی جانے کیلئے مجھے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ چچا جان کی اجازت۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"آج سے تم یونی نہیں جاؤ گی۔۔۔۔"

اس کی بات کو کاٹتے ہوئے اس نے حتمی لہجے میں کہا۔

"میں آپ کے حکم کی پابند نہیں ہوں۔۔۔۔۔۔"

اس نے بھی دوبدو جواب دیا تھا۔اس کا جواب سن کو موحد کے ماتھے پر بل پڑے وہ دو

قدم آگے بڑھا ایسے کہ اب ان میں چند قدم کا ہی فاصلہ تھا پھر اسے کہنی سے پکڑ کر چہرے پر سختی لئے زہر خند لہجے میں بولا۔

"افسوس ہوتا ہے تم جیسی لڑکی پر۔ جسے اپنی ماں کے مرنے کا افسوس نہیں ہے۔ جس کی ماں کو مرے ابھی کچھ دن ہی گزرے ہیں اور وہ عیش کرنے یونی جا رہی ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو گھر سے باہر نکل کر ان آوارہ لڑکوں کے ساتھ کینٹین میں بیٹھ کر ہماری عزت کی دھجیاں اڑاؤ گی اور ہمیں پتہ نہیں چلے گا۔ان کے گھروں میں

----------"

"بس موحد بھائی۔۔۔۔۔۔۔"

جب بات حد سے بڑھ گی تو ہاتھ اٹھا کر اس نے اونچی آواز میں موحد کی بات کاٹی۔

"بولنے سے پہلے سوچ لیں آپ کہ کیا بول رہے ہیں۔۔۔۔۔"

کہنی پر اس کی گرفت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سر اٹھا کر بولی۔

"اب تم مجھے بتاؤ گی کہ مجھے کیا بولنا ہے۔۔۔۔"

اس کا بات کاٹنا اسے طیش ہی تو دلا گیا تھا۔لاؤنج سے ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ کی آواز سن کر منان بھی لاؤنج میں آ گیا اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا سر چکرایا۔ موحد، زینب کو کہنی سے پکڑے غصے سے اسے کچھ کہہ رہا تھا اور زینب دوسرے ہاتھ سے اپنا بازو

چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جلدی سے ان کے پاس آیا اور دبے دبے غصے سے موحد کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

"موحد، چھوڑو اسے۔۔۔۔۔۔۔"

"موحد بھائی، چھوڑیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔۔۔"

پہلی بار زینب نے زرا ہلکی آواز میں کہا تھا۔ اب اسے تکلیف ہونے لگی تھی۔

"یہ شرافت کا لبادہ کسی اور کے سامنے اوڑھنا۔ تم کیا کیا کرتی ہو سب جانتا ہوں۔۔۔۔"

موحد نے لال انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"سوری زینب، میں تھوڑا لیٹ۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ منان کچھ اور کہتا لاؤنج میں داخل ہوتی شنایہ جو کچھ کہنے جا رہی تھی، سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ سامنے کا منظر دیکھ کر وہ پہلے حیران ہوئی۔ تینوں نفوس کی نظریں شنایہ کی طرف اٹھیں جو حیرت سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی پھر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ جلدی سے ان کی طرف بڑھی۔

"زینب کو چھوڑیں موحد بھائی۔۔۔۔۔"

ان کے پاس پہنچ کر شنایہ نے بامشکل غصے کو دباتے ہوئے کہا تھا۔ منان نے بھی موحد

کو آنکھیں دیکھائی تو موحد نے جھٹکے سے زینب کا بازو چھوڑا۔ زینب دو قدم پیچھے کو ہوئی۔ شنایہ نے اسے پکڑ کر پیچھے دیوار سے ٹکرانے سے بچایا۔

"سچ سچ بتاؤ مجھے۔ کون ہے وہ جو اس دن ہسپتال میں تمھارے ساتھ تھا۔ دو ہفتے سے تو تم دکھ میں تھی نا۔۔۔۔۔۔"

وہ استہزائیہ ہنسا۔

"اسی لئے میں نے نہیں پوچھا۔ لیکن اب۔۔۔۔۔۔۔۔ بتاؤ مجھے کون ہے وہ۔۔۔۔"

موحد نے غصے سے سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ چبا چبا کر پوچھا۔ ابھی تک کوئی لاؤنج میں نہیں آیا تھا۔ مطلب ڈائینگ ہال والوں کو اس واقعے کی ابھی خبر نہیں ہوئی تھی۔

اس کی بات سن کر شنایہ کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزرے۔ اس نے زینب کو دیکھا جو بازو سہلاتے ہوئے نفرت سے موحد کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے زرد پڑتے چہرے کے ساتھ کچھ کہنا چاہا۔

www.novelsclubb.com

"موحد بھائی وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"رہنے دو شنایہ۔۔۔۔۔۔"

زینب نے ہاتھ اٹھا کر شنایہ کو روکا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھی۔ منان بھی فوراً آگے ہوا۔ لیکن زینب موحد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے لہجے میں تپش لئے بولی۔

"میں ایسے شخص کو صفائی دینا پسند نہیں کرتی جس کی اپنی نظر میں کوئی عزت نا ہو۔ جو ایسے ہی اٹھ کر بنا ثبوت کے اپنی ماں، بہنوں پر کیچڑ اچھالے۔۔۔۔۔۔ موحد بھائی، میں 'زینب خالد' ہوں اور اپنی بہت عزت کرتی ہوں۔ میری عزت نفس مجھے یہ گوارا نہیں کرتی کہ میں کسی کو اپنے کردار کی صفائی دوں۔ آپ نے جو سمجھنا ہیں سمجھ لیں۔ آپ کے سمجھنے یا نا سمجھنے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔۔۔۔۔"

آخر میں استہزائیہ انداز میں سر جھٹک کر اس نے جھکتے ہوئے صوفے سے اپنا بیگ اٹھایا اور شنایہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف چل دی۔ منان نے اسے جاتا دیکھ کر گہری سانس لی اور موحد۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ شل چہرہ لئے اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ لاؤنج سے غائب نہ ہو گئی۔ اس کے جاتے ہی وہ چونکا اور غصے سے باہر کی طرف بڑھنے لگا۔ منان نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا۔

www.novelsclubb.com

"جانے دو اسے۔۔۔۔۔۔۔"

"وہ مجھے بے عزت کر گئی۔ ہمت کیسے ہوئی اس کی۔ شی بلڈی۔۔۔۔۔۔۔"

"موحد۔۔۔۔"

اب کی بار منان نے اسے بلند آواز میں ٹوکا۔

"مت بھولو، وہ ہماری تایازاد ہے۔"

اس کی بات سن کر موحد نے غصے سے اپنے بازو کو جھٹکا دے کر چھڑوایا پھر اپنی مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے اپنے غصے کو کنٹرول کرنے لگا۔

"موحد میں آئندہ تمھیں اس کے ساتھ زبردستی کرتے نہ دیکھوں۔۔۔۔۔اگر پھر تم نے اسے ہاتھ لگایا نا تو میں خود تایا کو سب کچھ بتاؤں گا۔۔۔"

انگلی اٹھا کر منان نے اسے وارن کیا تھا کیونکہ اس نے آج محسوس کیا تھا زینب کو اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا الٹا وہ موحد کو اور طیش دلا دیتی تھی۔وہ نہیں چاہتا تھا جو کچھ آج اس نے دیکھا آئندہ کوئی اور دیکھ لے۔موحد نے بے رُخی سے اسے دیکھا۔

"ہاں، اب تم بھی مجھے دھمکی دے لو۔۔۔۔"

"دھمکی نہیں دی۔بس بتا رہا ہوں۔۔۔۔۔"

تنبیہی لہجے میں کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔پیچھے موحد پہلو بدل کر رہ گیا۔

"یہ جو تم میں اتنی اکڑ ہے نا۔بس دیکھتی جاؤ، اب تمھاری ساری اکڑ میں نکالوں گا۔ زینب اس بار تم نے موحد وقاص کو اکسایا ہے۔بس اب دیکھتی جاؤ ہوتا کیا ہے۔۔۔۔۔"

پیچھے وہ بس غصے سے بڑبڑا کر رہ گیا۔

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔وہ چہرے پر ویرانی لئے سائیڈ ونڈو سے باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔سرسبز درخت گاڑی سے بھی تیز بھاگ رہے تھے لیکن وہ اس منظر کو نہیں دیکھ رہ تھی وہ کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔اس کے ساتھ بیٹھی شنایہ موبائل پر جھکی ٹائیپنگ کر رہی تھی۔

"افسوس ہوتا ہے تم جیسی لڑکی پر۔جسے اپنی ماں کے مرنے کا زرا افسوس نہیں ہے۔۔۔۔"

"تم کیا کیا کرتی ہو۔سب جانتا ہوں۔۔۔۔"

"مجھے بتاؤ کون ہے وہ۔جو اس دن ہسپتال میں تمھارے ساتھ تھا۔۔۔۔"

"افسوس ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔"

"افسوس ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

غائب دماغی سے باہر دیکھتے ہوئے اس کے ذہن میں بس ایک ہی فقرہ گردش کر رہا تھا۔ موحد کے الفاظ نہیں، ہتھوڑے تھے جو اس کے دماغ میں لگ رہے تھے۔ وہ جتنا بھی خود کو مضبوط ظاہر کر لیتی لیکن تھی تو وہ لڑکی نا۔۔۔۔

دفعتاً سگنل پر گاڑی رُکی تو اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔ وہ چونکی اور ارد گرد دیکھا۔ پھر اس نے گردن موڑ کر شنایہ کو دیکھا جو ابھی بھی جھکی موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔۔۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ شنایہ اپنے کام میں مگن رہی۔

"شنایہ۔۔۔۔۔"

اب کہ وہ زرا بلند آواز میں بولی۔

"میں پوچھ رہی ہوں ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔۔ یہ یونیورسٹی کا راستہ نہیں ہے۔۔۔۔"

اب کے شنایہ نے سکون سے میسج بھیج کر موبائل آف کیا اور سر اٹھایا۔ پھر اس کے استفہامیہ انداز کو دیکھا۔ وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جی یہ یونی کا راستہ نہیں ہے اور ہم وہاں جا بھی نہیں رہے۔۔۔"

سکون سے کہتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا جہاں گاڑی دوبارہ سٹارٹ ہو چکی تھی۔

"پھر ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔۔؟ مجھے یونی جانا ہے۔ پلیز ڈرائیور سے کہو گاڑی یونی کی طرف موڑ لے۔۔۔۔"

شنایہ ہنوز سامنے دیکھتی رہی۔

"شنایہ۔۔۔۔"

اب کے زینب نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھورا۔ بالآخر شنایہ نے گردن موڑی اور اسے دیکھتے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

"میں بول دیتی ہوں ڈرائیور کو کہ یونی لے چلے لیکن ایک بار۔۔ بسس ایک بار اپنا چہرہ دیکھو۔ اپنی حالت دیکھو۔ کیا حالت ہے تمھاری وہاں جانے کی۔ اپنا چہرہ دیکھو۔ تم وہ زینب نہیں ہو جس کو میں کچھ عرصہ پہلے تک جانتی تھی۔ تم ہر وقت جھنجھلائی رہتی ہو۔ تمھارا چہرہ مرجھا گیا ہے۔ ایک تر و تازہ تاثر نہیں رہا۔ ہمہ وقت کسی نہ کسی چیز کی پریشانی ہے تمھارے چہرے پر۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولتی جا رہی تھی اور زینب کہ کندھے آہستہ آہستہ ڈھلک رہے تھے۔

"مانتی ہوں میں کسی اپنے کی موت انسان کو بُری طرح توڑ کے رکھ دیتی ہے لیکن اتنا بھی کیا۔ روز تمھارے گھر آ کر مجھے تم مزید الجھی ہوئی لگتی تھی۔ کیا ہوتا جا رہا ہے

تمھیں۔۔۔۔۔؟"

ٹھنڈے لہجے میں وہ زینب کو بہت کچھ باور کروا گئی تھی۔زینب کی تاثرات بات کے اختتام تک بدل چکے تھے۔اس نے تھک کر سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔کچھ دیر گاڑی میں خاموشی رہی۔شنایہ کو لگا وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔اسے اپنے رویے پر افسوس ہوا پھر وہ لہجے کو نرم کرتے ہوئے بولی۔

"دیکھو،ابھی تمھاری کنڈیشن واقعی یونی جانے والی نہیں ہے۔۔۔"

زینب نے سر نہیں اٹھایا۔

"ارسم کی طبیعت کچھ بہتر نہیں تھی تو وہ آج یونی نہیں گیا۔ابھی ہم اسی کے فلیٹ جا رہے ہیں۔۔۔۔"

وہ اب اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔بالآخر زینب نے سر اٹھایا۔اس کے ڈھیلے جوڑے میں سے کچھ لٹیں نکل کر چہرے کے اطراف میں گر رہی تھیں۔ چہرے پر مردنی اور آنکھوں میں ویرانی لئے اس نے ؤشنایہ کو دیکھا۔

"وہ جانتا ہے ابھی کیا ہوا۔۔۔۔؟"

"نہیں،میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔باقی تم خود کچھ بتانا چاہو تو تمھاری مرضی۔لیکن اب احتیاط کرنا موحد بھائی تک یہ بات پہنچ چکی ہے۔ان کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے

مجھے۔ باقی میری ارسم سے بات ہو گئی ہے کہ تم اس کی طرف جا رہی ہو میں تمھیں اس کی طرف ڈراپ کر کے یونی چلی جاؤں گی۔۔۔۔۔۔"

زینب نے بس سر ہلا دیا۔ باقی کا سفر خاموشی سے طے ہوا۔ کچھ دیر بعد گاڑی مطلوبہ جگہ پر آ کر رُکی۔ زینب نے سوالیہ نظروں سے شنایہ کو دیکھا۔ شنایہ سمجھ گئی پھر اسے بولتے ہوئے گاڑی سے اتری۔

"باہر آؤ، بتاتی ہوں۔۔۔۔"

وہ ایک مصروف شاہراہ پر واقع پلازہ تھا۔ جو چار منزلوں پر مشتمل تھا۔ ایک دوسرے کے پیچھے چلتی وہ دونوں پلازے میں داخل ہوئیں۔

"کچھ دن پہلے وہ ہوسٹل سے یہاں شفٹ ہو گیا ہے۔ شاید اپنی فیملی کی وجہ سے۔ وہ کبھی بھی وہاں آ جاتے تھے۔ سٹوڈنٹس کو مسئلہ نہ ہو اس لئے اس نے علیحدہ فلیٹ لے لیا۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

گیراج کا فاصلہ عبور کر کے وہ دونوں لفٹ میں داخل ہو رہی تھیں جب شنایہ نے اسے تفصیل سے بتایا۔

"اور مجھے بتانے کا ارادہ کب تھا۔۔۔؟"

زینب نے گردن موڑ کر سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمھیں بتا دیتے، لیکن آنٹی کی ڈیتھ کی وجہ سے نہیں بتایا کیونکہ ان دنوں تم بہت اپ سیٹ تھی۔۔۔۔"

جواب میں زینب خاموش رہی۔ لفٹ چوتھے فلور پر رُکی تو وہ دونوں باہر نکلیں۔ دائیں طرف پہلے ہی فلیٹ کے دروزے کے پاس نیچے کی طرف ایک سفید رنگ کی پلیٹ لگی تھی جس پر لکھا نام صاف نظر آرہا تھا 'ارسم ابراہیم'

شنایہ نے آگے بڑھ کر بیل بجائی۔ کچھ دیر ہلکے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھلا۔

دونوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ بلیو ٹراؤزر پر سفید ٹی شرٹ پہنے، وہ ہمیشہ کی طرح تروتازہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"اسلام علیکم! لیڈیز۔۔۔ کم ان۔۔۔۔"

بہت ہی نرم انداز تھا اس کا۔ اس کے گیلے بال ماتھے پر گر رہے تھے جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ ابھی فریش ہو کر نکلا ہے۔

"وعلیکم اسلام! نہیں میں بس چلتی ہوں۔ زینب پہلی دفعہ ادھر آرہی تھی تو بس اسے چھوڑنے یہاں تک آگئی۔ یہ رہی آپ کی امانت۔۔۔۔۔۔۔"

جوابی مسکراہٹ کے ساتھ شنایہ نے معزرت کرتے ہوئے زینب کو بازو سے پکڑ کر دو

قدم آگے بڑھایا کیونکہ اس نے محسوس کیا تھا زینب نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔

"نوازش آپ کی۔۔۔۔"

اس نے سر کو ادب سے جھکاتے ہوئے زینب کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ جواباً شنایہ بس سر کو خم دیتی جانے کیلئے مڑ گئی۔

آسمان پر سورج کا راج تھا۔ دن بہ دن گرمی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تپتی شعائیں زمین پر کام کرتے نفوس کے ساتھ ساتھ اس پُر تعیش عمارت پر بھی پڑ رہی تھیں۔ باہر کے گرم ماحول کے برعکس اندر آفس میں اے۔ سی کی خنک کی وجہ سے سکون تھا۔

دیوار گیر کھڑکیوں پر بلائینڈز گرے تھے۔ ایک طرف لکڑی کی الماری رکھی تھی۔

جس کے مختلف خانوں میں بہت سی فائلز سلیقے سے پڑی تھیں۔ باقی دونوں دیواروں پر سفید پینٹ ہوا تھا۔ الماری کی مختلف سمت میں راکنگ چیئر کی بیک پر اس کا کوٹ لٹک رہا تھا۔

سامنے ٹیبل پر تازہ منگوائی گئی بھاپ اڑاتی کافی کے ساتھ بھی دو فائلز کھلی پڑی تھیں اور وہ خود الماری کے کنارے کھڑے سفید شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک موڑے کوئی فائل دیکھنے میں مصروف تھا۔

دفعتاً وہ جھکا اور چھوٹی میز پر رکھے ڈبے میں سے ایک قلم نکال کر سیدھا ہوا اور فائل کو دیکھتے ہوئے مطلوبہ جگہ پر سائن کر کے سامنے کھڑی سیکرٹری کی طرف فائل بڑھائی۔

لڑکی نے فائل تھامی پھر اس کا موڈ دیکھ کر قدرے جھجھکتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"سر، مسٹر طلحٰہ زمان کافی دیر سے آپ سے ملنے کیلئے انتظار کر رہے ہیں۔ کیا انہیں بھیج دوں۔۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

"ہاں۔۔۔۔۔۔"

خلافِ توقع اب کی بار اس نے اجازت دے دی۔ سیکرٹری شکر مناتی جلدی سے باہر کی طرف بڑھی۔ پیچھے گہری سانس لے کر وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور آگے جھکتے ہوئے ایک فائل کھولی۔ پھر دوسرے ہاتھ سے کافی کا کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا۔ چہرے سے

کافی پر سکون دیکھائی دیتا تھا۔ صبح ہوئی لڑائی کا چہرے پر کوئی شبہ تک موجود نہ تھا۔

دو منٹ ہی گزرے تھے جب کوئی غصے سے دروازہ کھول کر آفس میں داخل ہوا۔اس نے نہ چہرہ اٹھایا نہ نظریں۔

"یہ کیا حرکت ہے مسٹر موحد۔اب مجھے تم سے ملنے کیلئے انتظار کرنا پڑے گا۔"

وہ اندر آ کر اسکے ٹیبل پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے غرایا تھا۔اس کی سیکرٹری فوراً دروازے تک آئی۔

"سر، یہ۔۔۔۔۔۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔آپ جائیں مِس ہانیہ۔۔۔"

اس نے فائل پر جھکے ہی ہاتھ کے اشارے سے سیکرٹری کو جانے کا بولا۔پھر ایک ہاتھ سے کافی کا گھونٹ بھرا۔

"اور ہاں، دروازہ بند کر جائیں۔۔۔"

اس نے پیچھے سے اونچی آواز میں کہا۔وہ جاتے ہوئے دروازہ بند کر گئی۔وہ گئی تو اب موحد نے سر اٹھا کر سامنے والے کو دیکھا جو طیش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ۔غصہ ٹھنڈا کرو پھر بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔"

پُر سکون انداز میں کہتے ہوئے وہ اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ کیا تھا۔۔۔۔۔۔"

اس نے غصہ ضبط کرتے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ لوگ مجھے اندر کیوں نہیں آنے دے رہے تھے۔۔؟"

"کیونکہ میں نے انہیں منع کیا تھا۔۔۔۔۔۔"

سکون سے کہتے ہوئے وہ دوبارہ فائل پر جھک گیا پھر اس پر کچھ مارک کر کے صفحہ پلٹا۔

"تم۔۔۔۔۔۔۔۔"

طلحٰہ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے غصہ ضبط کیا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے والے کا سارا سکون برباد کر ڈالے۔وہ ستائیس،اٹھائیس سال کا نوجوان تھا۔چہرے پر پختگی،آنکھوں میں ایک لوفرپن اور انداز میں ایک عجیب شاہانہ پن تھا۔یاں یوں کہا جائے کہ یہ سب پیسے کا کمال تھا۔بالآخر موحد نے فائل بند کر کے سائیڈ پر رکھی اور پیچھے راکنگ چیئر کی بیک سے ٹیک لگالی۔وہ اب فرصت سے سامنے والے کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔جو غیض و غضب کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"غصہ کرنے سے کچھ نہیں ہو گا۔بیٹھو۔۔۔۔"

اس نے ایک دفعہ پھر اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔طلحٰہ نے غصے سے بھینچی مٹھی کو ہونٹوں کے قریب لے جاتے خود کو کچھ بھی بولنے سے باز رکھا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ

گیا۔

"اب بولو۔۔۔۔"

بغیر تمھید باندھے وہ کام کی بات پر آیا تھا۔

"تم نے کہا بولا تھا بہت جلد زینب میری ہو گی۔۔۔۔۔۔"

"ڈیٹس پوائنٹ۔۔۔۔۔"

موحد ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

"زینب ہی ہمارا پوائنٹ ہے۔اس سے آگے پیچھے نا جایا کرو اور یہ جو غصہ ہے نا اسے میرے آفس کے دروازے پر چھوڑ دیا کرو۔۔۔۔۔۔۔"

"آئیندہ میرے ساتھ ایسا نہ کرنا۔۔۔۔۔۔"

وہ پھر تلخی سے گویا ہوا۔

"تمھاری یہ کمپنی ڈوب رہی تھی مسٹر موحد۔۔۔۔۔"

اس نے ارد گرد اشارہ کر کے جتایا۔

"یہ جس آفس میں تم بیٹھے ہو نا اسے میرے باپ نے تمھارے لائق بنایا۔میرے باپ نے پیسہ انویسٹ کر کے اس کمپنی کو بچایا ہے۔میرا باپ پیسے انویسٹ نا کرتا تو دیوالیہ ہو چکی ہوتی یہ کمپنی۔۔۔"

"میں نے نہیں بولا تھا پیسہ انویسٹ کرو۔۔۔۔"

سامنے والے کے اطمینان میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔وہ سکون سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔پھر زرا سا آگے ٹیبل پر جھکا اور ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔اس کے چہرے پر ایک لمحے میں اطمینان کی جگہ سرد تاثر ابھرا تھا پھر وہ اسی سرد لہجے میں بولا۔

"تمھارا ٹارگٹ میرے گھر کی ایک لڑکی ہے۔ تمھارے باپ نے سارا پیسہ اسے حاصل کرنے کیلئے لگایا ہے۔میں چاہوں تو اس کی شکل بھی نہ دیکھاؤں تم لوگوں کو اور تمھارے پاس کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں ہے جس سے تم لوگ ثابت کر سکو کہ پیسے لڑکے کے بدلے میں انویسٹ ہوئے ہیں۔سو آئندہ برہم ہونے سے پہلے سو دفعہ سوچنا۔۔۔۔۔"

"واہ۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

سامنے والے نے داد دی تھی اس کی عقل کو۔وہ دوبارہ پیچھے ہو کر بیٹھ گیا اور چہرے پر اطمینان سجا لیا۔

"ہمیں تم لوگوں کے ساتھ کام ہی نہیں کرنا۔اپنے شئیرز واپس لو اور ہماری ایک ایک پائی واپس کرو۔۔۔۔۔"

وہ اٹھتے ہوئے حتمی لہجے میں گویا ہوا۔ موحد نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم شئیرز کسی اور کو بیچ دیں گے اور تم جانتے ہو میں وہاں زیادہ مہنگے داموں میں بیچ سکتا ہوں کیونکہ لڑکی میرے پاس ہے۔ لیکن نقصان تمھارا ہو گا۔ مجھے تم سے ہمدردی ہو گی کیونکہ تمھارے ہاتھ سے شئیرز بھی جائیں گے اور لڑکی بھی۔۔۔۔۔۔"

آخر میں وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ وہ دو مرد وہاں کسی کمپنی کی نہیں ایک لڑکی کی زندگی کی بات کر رہے تھے جو زیادہ بولی لگائے گا لڑکی اس کی ہو گی۔ طلحٰہ کے چہرے کے تاثرات لمحے بھر میں بدلے تھے اس نے جیسے ہار مان لی اور دوبارہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"موحد، میں بس مسئلے کا حل چاہتا ہوں۔ تم کہتے ہو یہ سب جلد ہو گا لیکن کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ پچھلے ایک ہفتے سے تم میرا فون اٹینڈ نہیں کر رہے۔ پچھلے ہفتے میں آفس بھی آیا تو تم نہیں تھے۔ آج بالآخر مجھے خود آنا پڑا ہے۔۔۔"

موحد نے دوبارہ پیچھے کرسی سے ٹیک لگائی۔ وہ اس کی دکھتی رگ دبا گیا تھا۔

"ہم دونوں کا پوائنٹ زینب ہے۔۔۔۔۔ میں پچھلے کچھ دن کچھ نہیں کر سکا۔ کیونکہ اس کی امی کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ آفس نہ آنے کی وجہ بھی یہی تھی لیکن اب میں موقع ملتے ہی ابو سے بات کروں گا۔ یوں جلد بازی میں کام خراب ہو گا۔"

آرام سے کہتے ہوئے وہ سامنے والے کو کافی حد تک قائل کر چکا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گا۔۔۔۔"

اب کے وہ زرا ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"دیکھو، میں نے وعدہ کیا تھا تم سے۔زینب کو تمھارے حوالے ہی کروں گا۔جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔۔۔۔۔۔"

بات ختم کر کے موحد نے ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر کھڑکیوں سے بلائینڈز پرے ہٹائے تو باہر سے سورج کی روشنی کو اندر آنے کا راستہ ملا۔اب موحد انٹر کام اٹھا کر دو مگ کافی لانے کا کہہ رہا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

"تمھارے لئے بھی ناشتہ بناؤں۔۔۔۔۔۔۔؟"

اسے سوچوں میں گم بیٹھا دیکھ کر ارسم نے پوچھا۔رسمی علیک سلیک کے بعد ارسم اسے لاؤنج میں بٹھا کر خود لاؤنج سے ملحقہ اوپن کچن میں آ گیا۔اس کی آواز پر بھی زینب کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"زینب۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کی بار اس نے زرا بلند آواز میں پکارا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔۔"

وہ چونکی۔سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔اس نے گردن موڑ کر اوپن ائیر کچن میں شلف کے آگے کھڑے ارسم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم کچھ کہہ رہے تھے۔۔۔۔"

"میں نے پوچھا ہے۔ناشتہ بناؤں تمھارے لئے۔۔۔؟"

اس نے ہلکی سی نرم مسکراہٹ لئے پوچھا تھا۔جو کہ اس کی شخصیت کا خاصا تھی اور بسسس۔۔۔اس کی مسکراہٹ دیکھ کر زینب کی ساری کلفت غائب ہو گئی۔ہونٹوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا۔پھر وہ اشتیاق سے بولی۔

"کیا بناؤ گے میرے لئے۔۔۔۔۔۔؟"

جواباً وہ زرا سا آگے کو جھک کر بولا۔

"جو آپ کہیں جناب۔۔۔۔۔"

آہ! زینب مر نا جائے اس کی اس ادا پر۔

پھر وہ اپنا بیگ وہی صوفے پر چھوڑتی اٹھی اور قدم قدم چلتی کچن تک آئی۔

"اچھا تو ارسم ابراہیم، زینب خالد کیلئے کوکنگ کریں گے۔۔۔۔۔۔"

"میڈم آپ حکم کریں تو یہ غلام روز آپ کیلئے کچھ نہ کچھ بنا دیا کرے۔۔۔"

ارسم نے اس کی طرف جھکتے ہوئے نچلا لب دبا کر کہا۔ زینب نے ایک آبرو اٹھائی جیسے پوچھ رہی ہو سیریئسلی۔۔۔؟ اور ارسم نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"چلو، آج اپنی مرضی کا ناشتہ بنا دو۔۔۔۔۔"

زینب نے فراغ دلی سے کہا اور خود چڑھ کر کاؤنٹر پر بیٹھ گئی۔ ارسم نے اسے ایسا کرتے دیکھ کر سر جھٹکا اور فریج کی طرف بڑھا۔ پھر وہ بناتا گیا اور زینب دیکھتی رہی۔ البتہ زینب نے ایک بات نوٹ کی تھی اس کے ہاتھ بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ پھر تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ دونوں لاؤنج میں آمنے سامنے بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ درمیان میں موجود ٹیبل پر پلیٹ میں آملیٹ اور تھوں والے پراٹھے رکھے تھے۔

زینب رغبت سے کھا رہی تھی اور ارسم گاہے بگاہے نظریں اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

جب وہ سیر ہو چکی تو ارسم کی طرف دیکھ کر داد دینے والے انداز میں بولی۔

"کافی عرصے بعد اتنا مزے کا ناشتہ کیا ہے۔اتنے مزے کے پراٹھے تو میں بھی نہیں بناتی۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یہ تو آپ کا بڑا پن ہے محترمہ کہ آپ کو مجھ ناچیز کے ہاتھ کا کھانا پسند آیا۔۔۔۔"

مسکراتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر تعریف وصول کرتے وہ شوخ ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ برتن سمیٹ کر لاؤنج میں آیا تو زینب صوفے پر بیٹھی ایل۔سی۔ڈی آن کئے،ریموٹ پکڑ کر ایک کے بعد ایک چینل بدل رہی تھی۔اب وہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھا اور اس کے ہاتھ سے ریموٹ پکڑا۔اب کے زینب اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا ہوا ہے تمھیں۔۔۔۔"

ارسم نے حیرت سے اسے دیکھا۔پھر اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزید حیرانی سے بولا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے کچھ ہونا تھا۔۔۔۔؟"

"زیادہ بنو مت۔۔۔۔۔"

زینب نے اس کے بازو پر مکا مارا۔

"شانیہ بتا رہی تھی کہ تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک۔۔۔"

"ایک تو یہ مس خبرو بھی نہ۔۔۔۔۔"

ارسم نے سر پر ہاتھ مار کر شنایہ کو کوسا۔

"یہ کوئی بات پیٹ میں کیوں نہیں رکھتی۔ مجھ سے لکھوالو ان فیوچر ہماری درمیان آدھی سے زیادہ لڑائیاں اس کی وجہ سے ہی ہوا کرتی ہیں۔۔"

پھر اسے مطمئن کرنے کو بولا۔

"نہیں یار، بس کچھ بھی نہیں ہوا۔ رات کو دیر تک ایک پروجیکٹ پر کام کرتا رہا ہوں جس کی وجہ سے تھکاوٹ ہو گئی تھی صبح میں آرام کر لیا۔ اب چھی نیند لے کر اٹھا ہو تو ایک دم فریش ہوں۔۔۔۔۔"

"پکانا۔۔۔۔۔؟"

زینب نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

"ہاں یار، تم سے کیوں جھوٹ بولوں گا میں۔ تم بتاؤ کیسی ہوں۔۔۔؟"

زینب جو کچھ کہنے والی تھی اس سوال پر بلا ارادہ ہی ایک دم چپ کر گئی۔ نظریں بھی جھک گئی۔ کیسی ہو کبھی کسی نے پوچھا نہیں تھا سوائے بابا، ماما کے۔ لیکن اب اس نے پوچھا تھا تو یک دم بازو پر انگلیوں کے نشان دھکے تھے۔ ارسم اس کے بولنے کے انتظار میں تھا۔ جب وہ کافی دیر کچھ نہ بولی تو وہ بول اٹھا۔

"کچھ ہوا ہے نا۔۔۔۔۔۔"

اور یہی وہ انسان تھا جس سے زینب چاہنے کے باوجود بھی کچھ چھپا نہیں پاتی تھی۔اب کے اس نے نظریں اٹھائیں تو اس کی آنکھیں میں پانی تھا۔وہ فوراً پریشانی سے اس کی طرف گھوما اور اس کے دونوں بازو کہنیوں سے تھامتے ہوئے فکر مندی سے بولا۔

What's happened with you???

جواباً زینب نے صبح ہونے والا سارا واقع دہرا دیا۔وہ جیسے جیسے بتا رہی تھی ارسم کے کان سُرخ ہوتے گئے۔اس کی گردن کی رگیں تن گئیں۔بات کے اختتام پر زینب نے ہچکی لی تو اپنے غصے کو پسِ پشت ڈال کر اس نے زینب کو قریب کرتے ہوئے اس کا سر اپنے کندھے سے لگا کر تھپکا۔

"کول ڈاؤن۔۔۔۔کچھ نہیں ہوا۔سب ٹھیک ہے۔۔۔۔"

"ارسم پلیز اب تم اپنی فیملی سے بات کرو۔میں اب وہاں نہیں رہوں گی۔میرے اس گھر میں رہنے کی آخری وجہ صرف امی تھیں۔اب وہ بھی نہیں رہیں۔۔۔۔"

اس سے الگ ہوتے ہوئے اس نے ارسم سے کہا تھا پھر سر جھکا کر اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی۔اس نے ارسم کی طرف نہیں دیکھا جس کے چہرے پر بیک وقت بہت سے جزبات ابھرے تھے۔مطلب،اب وہ لمحہ آ گیا تھا جب اسے اپنے گھر میں بات کرنی

تھی۔

"ہاں، میں بس اسی ہفتے گھر چکر لگانے کا سوچ رہا ہوں۔ پھر کروں گا بابا سے بات ۔۔۔۔"

فلحال اسے مطمئن کرنے کیلئے وہ جلدی سے بولا پھر اس کا بازو پکڑ کا فکر مندی سے بولا۔

"زیادہ تکلیف تو نہیں ہو رہی۔۔۔۔؟"

زینب نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلتے، ابلتے آنسوؤں پر قابو پاتے نفی میں سر ہلایا۔

ارسم نے اس سے ملنے کے بعد پہلی بار اس کی شہد رنگ آنکھوں میں اتنا درد دیکھا تھا۔

اس نے تھک کر سر صوفے کی بیک سے ٹکا دیا اور آنکھیں موند لیں۔

وہ اس سچوئیشن میں سوائے خاموش رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کرنے پر آتا تو وہ بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن زینب کے کہنے پر کچھ نہیں کرتا تھا۔ لیکن موحد کی حرکتیں دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھیں۔ اسے اب سنجیدگی سے کچھ سوچنا تھا۔ وہ بھی زینب کو اب وہاں نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ اب وہ وقت آ گیا تھا جس کیلئے زینب کی والدہ نے اس سے وعدہ لیا تھا۔

"ارسم۔۔۔۔۔۔"

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔"

''سب ٹھیک ہو جائے گا نہ۔۔۔۔۔''

وہ بھی صوفے پر پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ پھر اس کے کندھے پر سر ٹکاتے ہوئے امید سے پوچھنے لگی۔

''اللہ سے اچھے کی امید رکھو۔ سب اچھا ہو گا۔ انشاءاللہ۔۔۔۔۔''

اس کے گرد بازو کا حصار قائم کرتے ہوئے اس نے زینب کو امید تھمائی تھی۔ اس کا لمس اپنے گرد محسوس کرتے ہوئے زینب کو کچھ اطمینان ہوا۔ وہ محفوظ تھی۔

''میں کل گھر جا رہا ہوں۔۔۔۔۔''

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بالآخر کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''کتنے دن کیلئے۔۔۔۔۔''

سامنے ایل۔ سی۔ ڈی پر نظر آتے گونگے اداکاروں کو دیکھتے ہوئے زینب نے پوچھا۔

''شاید ایک ہفتہ لگ جائے۔ ابو کے ساتھ کچھ معاملات دیکھنے ہیں۔۔۔۔''

''میں انتظار کروں گی۔۔۔''

''میں جلد آنے کی کوشش کروں گا۔۔۔۔۔''

وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے مدھم آواز میں کہہ رہا تھا۔

''وانیہ اور غزل کیسی ہیں۔۔۔''

وہ اس کا دھیان بٹانے لگا۔

"بدل گئیں ہیں۔پہلے جیسی نہیں رہیں اور کسی کی موت کے بعد انسان پہلے جیسا رہتا بھی نہیں ہے۔غزل نے تو کھانا کھانا بھی چھوڑ دیا ہے۔بہت مشکلوں سے چند لقمے کھلاتی ہوں۔۔۔۔۔"

"ابھی چھوٹی ہے نا اس لئے۔آہستہ آہستہ وہ بھی حالات کو سمجھنے لگی گی۔۔۔۔۔۔۔"

"اللہ کرے۔۔۔۔۔۔۔"

اگلے چند لمحے پھر ان کے درمیان خاموشی رہی۔بس گھڑی کی ٹِک ٹِک کی آواز آرہی تھی۔ارسم اپنی سوچوں میں گم یہ سوچ رہا تھا کہ اب ابو سے بات کیسے کی جائے اور زینب اپنی ہی دنیا میں گم تھی۔پھر چند لمحے بعد زینب ہی آہستہ آواز میں بولی۔

"کبھی کبھی میں سوچتی ہوں ہم سب کتنے بدنصیب ہیں نہ جب مائیں زندہ ہوتیں ہیں تب ان کی قدر نہیں کرتے اور مرنے کے بعد بس ان کی قدر ہی رہ جاتی ہے۔ہمیں تمام انسانوں کا خیال مرنے کے بعد ہی کیوں آتا ہے۔۔۔؟کیا کسی کی توجہ لینے کیلئے مرنا ضروری ہوتا ہے۔۔۔۔؟"

وہ نظریں جھکائیں،اس کے کندھے پر سر ٹکائے دائیں ہاتھ کے ناخن مسلتے ہوئے دل گرفتہ سی کہہ رہی تھی۔ارسم کی نظریں اس کے ناخنوں پر تھیں جنہیں وہ بے دردی

سے مسل رہی تھی۔

"ارسم۔۔۔۔۔بابا کے جانے کے بعد وہ میرا کل اثاثہ تھیں۔ کبھی کبھی ڈانٹ بھی دیتی تھیں۔بولتی بھی تھیں۔لیکن ان کے جانے کے بعد احساس ہوا کہ مائیں ہی تو ہیں جو بولتیں ہیں اگر وہی نہ بولیں تو گھر کھنڈر بن جائیں۔۔۔۔۔"

بولتے بولتے اس کی آواز رندھ گئی۔

"مائیں ہی تو بولتیں ہیں کیونکہ انہیں ہماری فکر ہوتی ہے۔اسی لئے تو بولتیں ہیں کیونکہ انہیں اپنے بچوں پر مان ہوتا ہے کہ وہ ان کی مانے گے اور ہم۔۔۔۔۔۔۔"

زینب کی آنکھوں سے ایک آنسو نکل کر ارسم کی شرٹ میں جزب ہو گیا اور وہ بس خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔

"ہم ان کا مان توڑ دیتے ہیں۔انہیں کبھی سمجھ ہی نہیں پاتے۔جان ہی نہیں پاتے وہ ہمارے ساتھ کتنا مخلص ہیں۔مائیں تو۔۔۔۔۔۔"

آگے اس کی آواز بھیگ گئی۔اس سے بولا نہیں گیا۔بس خاموش آنسو آنکھوں سے گرتے رہے۔

"شش،سب ٹھیک ہو جائے گا۔جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا اور جتنا تم نے رونا تھا رو لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Now it's time to move on.....

گیواپ کر دو۔آگے بڑھو۔ایک روشن زندگی تمھارا انتظار کر رہی ہے۔ تمھارے پاس کھونے کو اب کچھ نہیں ہے۔اب اپنے قدم خود اٹھانے سیکھو اور میں جانتا ہوں زینب تو بریو ہے نا۔حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔۔۔"

اس کے حصار سے نکلتے ہوئے زینب نے سر اثبات میں ہلایا۔

"زینب اپنے بابا کی طرح بریو ہے۔۔۔۔۔۔"

اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے ایک عزم سے دہرایا تھا۔

"اور زینب حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔۔۔۔۔۔"

"That's my good girl....."

مسکرا کر اس نے زینب کا سر تھپکا۔جواباً زینب بھی اسے دیکھتے ہوئے نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

www.novelsclubb.com

وہ دن اور اس سے اگلا دن بھی خاموشی سے گزر گیا۔ ارسم اگلی صبح ہی اپنے گھر روانہ ہو گیا تھا۔ زینب کی بھی وہی روٹین واپس آ گئی تھی۔ صبح میں یونی، یونی سے واپس آ کر گھر کے کام، پھر پڑھنا اور رات میں ارسم سے بات کر کے سو جانا۔ زندگی جیسے آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھی۔ حالات بہتر ہو رہے تھے اور یہ حالات مزید بہتر ہوتے رہتے اگر موحد ارسم کے گھر جانے کے تیسرے دن اپنے ابو سے یہ بات نہ کرتا۔

وہ معمول کے مطابق ایک حبض آلود دوپہر تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اگربتیوں کی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے رُک کر سوچا۔ کیا دن تھا آج پھر اس کے لب اوہ میں سکڑے۔۔۔۔۔

آج جمعرات تھی اور تائی جان کا ختم دلانا تھا۔ لاؤنج عبور کر کے وہ ابھی سیڑھیوں کے دہانے پر ہی پہنچا تھا جب مسز وقاص، جو کسی کام سے کچن سے باہر آئی تھیں اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"تم اس وقت گھر۔۔۔۔؟"

گردن موڑ کر تسلی کیلئے انہوں نے کچن میں لگی گھڑی دیکھی تھی جو تین بجا رہی تھی۔

ان کے ایسا کرنے پر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"جی امی، ابو سے بات کرنی تھی اسی لئے جلدی آ گیا۔ اوپر سٹڈی میں ہی ہیں نا وہ۔۔۔۔"

اس نے عجلت میں جلدی سے پوچھا مبادا بات ہی نہ پوچھ لیں وہ۔۔۔۔۔۔

"ہاں ہاں، اوپر ہی ہیں جاؤ تم۔۔۔"

ان کے کہنے پر اس نے سکون کا سانس لیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ دروازے کے باہر پہنچ کر اس نے گہری سانس لی اور اپنا کوٹ ٹھیک کیا۔ وہ اس وقت بلیو، ڈریس پینٹ، کوٹ، ٹائی گھڑی پہنے آفس والے حلیے میں ہی تھا۔

ناک کر کے اجازت ملنے پر جب اس نے دروازہ کھولا تو اندر کا منظر کھلتا چلا گیا۔ وہ چونکا۔ سربراہی کرسی پر وقاص صاحب کے علاوہ دائیں صوفے پر منان بھی بیٹھا تھا۔ متوازن چال چلتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔

"تم ادھر۔۔۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

ان کے سامنے نشست سنبھالتے ہوئے وہ منان کو دیکھ کر بولا۔ وقاص صاحب کسی فائل کی ورق گردانی کر رہے تھے۔

"ہاں وہ فاحد اینڈ سنز کمپنی والوں کے ساتھ میری میٹنگ ہو گئی تھی اس لئے اب تایا جی کو اس میٹنگ کے کچھ اہم نکات بتانے کیلئے آیا تھا۔ تم بتاؤ جلدی آفس سے آ گئے۔ کوئی

اہم بات ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

تفصیلاً بتا کر آخر میں اس نے سوال داغا۔اب کے موحد نے نظریں موڑ کر کنٹرول چیئر پر بیٹھے ابو کو دیکھا جو فائل بند کر کے اب اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ان کی نظروں میں بھی منان والا سوال ہی رقم تھا۔وہ کھنکھارا۔پھر کرسی پر زرا آگے ہوا۔زینب کے سامنے تو ٹھیک تھا لیکن اپنے ابو کے سامنے وہ ابھی یہ بات کرنے سے ہچکچا رہا تھا۔لیکن پھر وہ ٹیبل پر اپنے دونوں بازو ٹکاتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

"مجھے زینب کے بارے میں بات کرنی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اب چونکنے کی باری وقاص صاحب کی تھی۔وہ واضح چونکے تھے۔چونکا تو منان بھی تھا۔وقاص صاحب بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے پوری طرح موحد کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بولو۔۔۔۔"

"دیکھیں ابو،تایا اور تائی جان اس دنیا میں نہیں رہے۔وانیہ کے فرض سے ہم پہلے ہی سبکدوش ہو گئے ہیں۔اس کی زمہ داری اب مجھ پر ہے اور سب جانتے ہیں آگے وانیہ ہمارے ساتھ اچھے حالات میں رہے گی۔۔۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔بات کرتے ہوئے اس کے چہرے پر خود بہ خود ایک اعتماد سا

قائم ہو گیا تھا۔

"اب بات ہے زینب کی۔ابو، جوان ہے۔خوبصورت ہے۔ عقل مند بھی ہے۔گھر داری بھی اچھے سے کر لیتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

منان نے اس کی بات پر بامشکل تھوک نگلا۔

"ابو اس کی شادی کی عمر ہو گئی ہے۔میرا خیال ہے کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر اسے رخصت کر دینا چاہیے۔۔۔۔۔تاکہ ہمارا فرض ادا ہو۔۔۔"

بات ختم کر کے اس نے ان کا چہرہ دیکھا۔جو خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔اس کی بات پر انہوں نے ایک ہنکارا بھرا۔چند لمحے سٹڈی میں خاموشی رہی۔کچھ دیر لگی تھی انہیں اس کی تمام باتوں کو ڈی کوڈ کرنے میں۔پھر وہ کھنکھارتے ہوئے بولے۔

"دیکھو موحد، تمھاری بات ٹھیک ہے لیکن میں تمھاری بات سے فلحال متفق نہیں ہوں۔سب سے پہلی بات تو وہ ابھی پڑھ رہی ہے میں نہیں چاہتا شادی جیسی زمہ داری اتنی جلدی اس پر سونپی جائے۔دوسری، بھابھی کی وفات کو ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔لوگ سمجھیں گے ہم نے انہیں بوجھ سمجھ کر اپنے سر سے اتار دیا اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ابو، لوگ تو یہ بھی سمجھیں گے کہ ماں، باپ کے مرنے کے بعد ہم انہیں اپنے گھر

میں رکھ کر کام کروا رہے ہیں۔"

موحد نے درمیان میں ہی ان کی بات کاٹ دی۔

"کم از کم ایسے لوگ یہ تو سمجھے گے نا کہ ایک یتیم کی شادی کر دی۔ بڑے ہونے کا حق ادا کیا۔ باقی ابو، لوگ تو باتیں کرتے رہتے ہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے نا کہ ہم کچھ کرنا ہی چھوڑ دیں۔ دیکھیں زینب سمجھدار ہے۔ گھر کے حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے اور رہی بات پڑھائی کی وہ تو آج کل ساری دنیا میں لڑکیاں سسرال جانے کے بعد کانٹینیو ہی رکھتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔"

"موحد کسی کو بھی یہ سب اچھا نہیں لگے گا۔۔۔۔۔۔۔"

وہ جیسے نیم رضامند تھے۔ لیکن لوگوں کی باتوں سے خوف زدہ تھے۔

"ابو میں یہ سب اس لئے نہیں کہہ رہا کہ کسی کو اچھا لگے گا یا نہیں۔ مجھے جو بہتر لگ رہا ہے وہی کہہ رہا ہوں۔ یہ سب اچھا لگنے کیلئے نہیں بہتر لگنے کیلئے ہے اور زینب بھی ابھی مان جائے گی۔ اتنے بڑے ٹراما سے گزری ہے اسے یقیناً آپ کا یہ قدم ہمدردی لگے گا اور یہی بہتر ہے کہ اسے جلد از جلد اپنے گھر کا کر دیا جائے تاکہ وہ اپنا گھر بنائے۔ پیچھے اب کون ہے اس کے۔ ہم سب بھی کچھ عرصہ بعد اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہو جائے گے۔۔۔۔۔۔"

وہ سنجیدگی سے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں بلا کا اعتماد تھا۔وقاص صاحب کو اس دن ہو واقعی 'بڑا' لگا تھا۔بالآخر گہری سانس خارج کرتے ہوئے وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولے۔

''اور اگر تم اتنا سب کہہ رہے ہو تو تم نے کوئی لڑکا بھی ڈھونڈھا ہو گا۔۔۔''

اور اتنی سی بات سن کر جہاں منان نے جھٹکے سے گردن اٹھا کر انہیں دیکھا وہیں موحد کو اپنے کندھوں سے ایک دم جیسے منوں بوجھ اترتا ہوا محسوس ہوا۔وہ کرسی پر پیچھے کو ہوتے ہوئے تھوڑا ریلکس ہوا۔پھر بولا۔

''اگر میں آپ سے یہ سب کہنے آیا تھا تو یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ میں نے لڑکا نہ ڈھونڈھا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

''کون ہے وہ۔۔۔۔۔''

اب کے وہ مزید توجہ سے آگے کو ہو کر کہہ رہے تھے۔آخر کو ان کے گھر کی بیٹی کا معاملہ تھا۔

''زمان صاحب کا بیٹا طلحٰہ۔آپ نے دیکھا ہو گا ان کو کمپنی میں۔ابھی کمپنی کے نئے انویسٹرز ہیں۔میں کافی عرصے سے جانتا ہوں۔ہماری کمپنی کے ففٹی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

"ہم نے ان کو کمپنی نہیں بیٹی دینی ہے۔ میں بس ان سے چند ایک بار ہی ملا ہوں۔ تم کہہ رہے ہو تم کافی عرصے سے جانتے ہو پھر مجھے زرا بزنس سے ہٹ کر بتاؤ۔ کیسے ہیں وہ لوگ۔۔۔۔۔۔۔"

انہوں نے ایک دم بات کاٹ کر زرا سخت لہجے میں پوچھا تو ایک لمحے کیلئے موحد گڑبڑایا پھر سمبھلتے ہوئے جلدی سے بولا۔

"جی جی ابو۔ کافی دیکھا بھالا لڑکا ہے۔ میں نے خود پتہ کروایا ہے۔ دراصل زمان صاحب نے میرے نکاح والے دن زینب کو دیکھا تھا۔ وہ خود ہی اس دن سے کافی مرتبہ مجھ سے بات کر چکے ہیں۔ لیکن تائی جان کی وفات کی وجہ سے میں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ خود آنے سے پہلے وہ چاہتے تھے کہ میں آپ سے بات کر کے ان کے بارے میں بتا دوں۔ باقی منان کو بھی پتہ ہے لوگ کافی اچھے ہیں۔ کیوں منان۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اس نے بات کرتے کرتے یک دم گردن موڑ کر منان کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ چونکا۔ وہ تو ابھی تک حیران تھا کہ تایا اتنی جلدی کیسے مان گئے پھر سنبھلتے ہوئے کھنکھار کر بولا۔

"جی تایا جان، لڑکا اچھا ہے اور شریف بھی ہے۔ پیسے کی بھی کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور گھرانہ بھی اچھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ابو واقعی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔لوگ اچھے ہیں اور آپ بھی ایک، دو دفعہ ملے ہوئے ہیں ان سے۔۔۔۔۔۔۔۔"

موحد نے ٹیبل پر جھکتے ہوئے پُر یقین لہجے میں کہا۔وقاص صاحب نے چند لمحے سوچا۔ وہ دونوں سانس روکے منتظر سے ان کو دیکھ رہے تھے۔کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"ہاں ٹھیک ہے۔بزنس میٹنگ میں تو مجھے سلجھے ہوئے لگے تھے لیکن یہاں اپنے گھر کی بیٹی کا معاملہ ہے۔انہیں کل شام کی چائے پر انوائیٹ کرو باقی باتیں تب ہوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔"

اور موحد نے رُکی ہوئی سانس بحال کی۔پھر سر اثبات میں ہلایا۔

"جی ابو میں کہہ دوں گا۔۔۔۔"

اس کی بات سن کر وہ کرسی پیچھے کو دھکیلتے کھڑے ہوئے اور جانے کیلئے آگے بڑھے۔ پھر کچھ یاد آنے پر رُکے۔۔۔۔۔

"لیکن۔۔۔زینب کی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔"

تنبیہی لہجے میں کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔پیچھے ان دونوں نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔سٹڈی کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو موحد بولا۔

"زیب۔۔۔۔زینب۔۔۔۔زینب۔۔۔ تنگ آ گیا ہوں میں اس کے ذکر سے۔۔۔۔۔۔"

موحد ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے غصہ ہوا تھا۔

"تو کس نے کہا تھا اس کے پیچھے پڑو۔ تمھیں ہی شوق تھا زینب والی بلا کو ٹالنے کا۔اب بھگتو انجام۔۔۔۔۔"

"اس بلا کو تو میں ٹال ہی دوں گا اور انجام اس کا میرے ہاتھوں ہی ہو گا۔بس اب ابو کے سامنے کچھ الٹا سیدھا نا بول دے۔۔۔۔"

اب وہ مزید پریشان نظر آ رہا تھا۔منان نے غور سے اسے دیکھا جو ہر وقت بس زینب کو اپنے راستے سے ہٹانے کے چکر میں پریشان رہتا تھا۔جیسے اس کی زندگی کا بس ایک ہی ہدف تھا۔زینب!

"ویسے ایک راستہ ہے کہ وہ تایا جان کے سامنے مثبت جواب دے۔۔۔۔۔۔"

منان نے آگے کو ہوتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔موحد نے جواب نہیں دیا وہ کہیں اور ہی الجھا ہوا تھا۔منان نے مزید آگے جھک کر ٹیبل بجایا۔

"موحد۔۔۔۔۔"

وہ چونکا۔پھر توجہ اس کی طرف مبذول کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"میں نے کہا ایک راستہ ہے کہ وہ تایا جان کے سامنے جواب ہمارے حق میں دے۔۔۔۔"

"اور وہ کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔؟"

اس نے سوالیہ آبرو اٹھائی۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔۔۔۔اور تم وہ کر سکتے وہ۔۔۔۔۔"

"بس بس۔۔۔۔۔۔۔۔"

موحد نے بے زاری سے ہاتھ جھلایا۔۔

"میں کچھ نہیں کر سکتا۔ باتوں میں وہ مجھ سے اچھی ہے۔ قائل میں اسے نہیں کر سکتا۔ گھر کے کام کر کے بڑوں کی نظر میں اتنا اچھا بنایا ہوا ہے کہ امیج خراب کرنا ممکن نہیں۔ وہ پڑھائی میں مجھ سے بہتر ہے۔۔۔۔وہ مجھ سے ہر چیز میں اچھی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ جیسے بے بسی سے اعتراف کر رہا تھا۔

"وہ اچھی ہے لیکن بس مجھے نہیں پسند کیونکہ وہ میری برابری کرتی ہے۔ڈرتی نہیں ہے۔میں بس اسے اپنی نظروں کے سامنے سے دور کرنا چاہتا ہوں۔میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کو ڈرانے دھمکانے کے۔میں بس اس

کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ بولتے بولتے یک دم رُکا جیسے کچھ کلک ہوا تھا۔اس نے منان کو دیکھا جواب صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے،ایک بازو صوفے کی پشت پر پھیلائے مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔موحد کے لب بھی خود بہ خود مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"میں کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کو ڈرانے دھمکانے کے۔۔۔"

اس نے اپنی بات دہرائی۔

"بالکل۔۔۔"

منان نے اس کی تائید کی۔

"اور میں تمھیں یہی بتا رہا ہوں کہ تم کر سکتے ہو۔۔۔۔۔"

"ہاں میں کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔کچھ دیر پہلے کی پریشانی کے بجائے اب اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"تھینکیو منان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

مڑنے سے پہلے اس نے کہا تھا اور منان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو خم دیتے ہوئے شکریہ وصول کیا تھا۔

جب وہ چلا گیا تو صوفے پر بیٹھے منان کے چہرے سے مسکراہٹ فوراً غائب ہوئی تھی اور اس کی جگہ سرد مہری نے لے لی تھی۔

آخر کو زینب ایک لڑکی تھی۔ وہ یہ سب نہیں چاہتا تھا لیکن زینب کو موحد سے دور کرنے کیلئے یہ ضروری تھا۔ جب تک وہ موحد کی نظروں کے سامنے رہتی وہ تب تک اسے نقصان پہنچاتا رہتا۔ وہ چاہتا تھا اب یہ سلسلہ ختم ہو جائے اس لئے ایک آخری دفعہ موحد کو یہ سب کرنے کیلئے خود ہی اجازت دے دی۔ وہ زینب کو ہر روز کی تکلیف سے بچانے کیلئے ایک ہی بار تکلیف سے دوچار کروانا چاہتا تھا۔

---

www.novelsclubb.com

ملتان سے تقریباً اکیس کلو میٹر کی مسافت پر یہ گاؤں آباد تھا۔ ہر طرف کھیت اور ہریالی

تھی۔ کھیتوں میں سے گزر کر آگے رہائشی علاقہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے گھروں کے باہر کہیں کسان کام کرتے دیکھائی دیتے تھے اور کہیں عورتیں مٹکا اٹھائے کنویں سے پانی لینے جاتی دیکھائی دے رہیں تھیں۔ غرض گاؤں کی پُر سکون فضا میں ہر کام خاموشی اور اطمینان کے ساتھ سرانجام پایا جارہا تھا۔

ایسے میں ان چھوٹے گھروں کے علاوہ تین چار کوٹھیاں تھیں جو سب میں نمایاں اور ممتاز نظر آرہی تھیں۔ انہیں میں سے ایک کوٹھی کے باہر سبزہ زار پر بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ سامنے سربراہی نشست پر بیالیس، پینتالیس سال کا آدمی چارپائی پر بیٹھا تھا۔

ایک ہاتھ میں سگار لئے، دوسرے ہاتھ کو گھٹنوں پر ٹکا کر انگلیاں گالوں پر جمائے وہ بڑی توجہ سے سامنے بیٹھے لوگوں کے مسئلے سن رہے تھے۔ یہاں سے تھوڑی دور۔۔۔۔۔ سبزہ زار کے پچھلی طرف وہ کانوں میں ہینڈ فری لگائے دوسری طرف جاتی گھنٹی سن رہا تھا۔ موبائل اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

"اسلام علیکم! میڈم۔ کیسی ہو۔۔۔؟"

فون اٹھائے جانے پر اس نے خوشگوار لہجے میں سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام! میں ٹھیک۔ الحمداللہ تم کیسے ہو۔۔۔ کیا کر رہے تھے۔۔۔۔۔"

ہینڈ فری میں اس کی آواز گونجی تو اس کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔وہ کبھی اس کی کال کو نظر انداز نہیں کرتی تھی۔

"میں ٹھیک اور فلحال تو فری ہوں۔ہاں کرنے سے یاد یاتم بزی تو نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"نہیں بس نوٹس کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔اب فری ہوں۔۔۔۔"

ادھر وقاص ہاؤس میں وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔وہ کمرہ جوامی کی وفات کے بعد پڑھائی کی غرض سے اس نے لے لیا تھا۔وانیہ اور غزل دوسرے پورشن والے کمرے میں ہی سوتی تھیں۔فائل کو بند کر کے سائیڈ پر رکھتے ہوئے اس نے پیچھے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی ساتھ ہی بالوں کو جوڑے کی زد سے آزاد کر کے اوپر دیکھتے ہوئے وہ اب آرام دہ انداز میں بیٹھی تھی۔

"وہ میں نے اس لئے پوچھا کیونکہ آج جمعرات کا ختم ہے۔۔۔۔۔۔"

گھاس پر چلتے ہوئے وہ دوسری طرف کہہ رہا تھا۔

"ہاں،بس ابھی کچھ دیر آرام کرنے کے بعد نیچے جاتی ہوں۔چچی جان نے بھی ابھی آواز نہیں دی۔۔۔۔۔"

"ٹھیک ٹھیک،وانیہ اور غزل کیسی ہیں۔۔۔؟"

پوچھتے ہوئے وہ دفعتاً رکا اور گھاس پر پڑے پتھر کو جوتے کی نوک سے مسلنے لگا۔ کھلے آسمان کے نیچے وہ کھڑا ٹھنڈی دھوپ کے ساتھ ہلکی ہوا کا بھی مزہ لے رہا تھا۔

"ہاں پہلے سے بہتر ہیں۔ سب اپنی اپنی روٹین پر آ رہے ہیں اور یہی بہتر ہے۔ میرا خیال سے۔۔۔"

"ہاں بہتر ہے۔ انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔"

"انشاءاللہ۔۔۔۔۔"

کہہ کر زینب بالوں کی ایک لٹ انگلی پر لپیٹنے لگی۔ دونوں طرف خاموشی چھا گئی۔ دوسری طرف وہ بھی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر سر اٹھائے آسمان کو دیکھنے لگا۔ چہرے پر سوچنے کی تاثرات تھے۔ اب اسے ابو سے بات کر لینی چاہیے۔ تین دن ہمت کرنے کیلئے کافی تھے۔ تھوڑا غصہ وہ کریں گے لیکن پھر مان جائیں گے۔ اب بھی اگر اس نے بات نہ کی تو دیر ہو جائے گی اور زینب کو وہ مزید اس جہنم میں رہنے نہیں دے سکتا تھا۔

میں آج ہی ٹاہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ سوچ ہی رہا تھا جب زینب بولی۔

"انکل کہاں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا۔۔۔ ہاں ابو۔۔۔۔۔۔"

وہ بُری طرح چونک کر سیدھا ہوا۔ دیوار کی ٹیک چھوڑ دی۔ نظریں ادھر ادھر

دوڑائیں۔مبادا ابو پاس ہی کھڑے ہوں پھر خفگی سے بولا۔

"کیا زینب۔۔۔۔۔۔ڈرا دیا مجھے۔میں کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔۔۔۔"

"کیوں کیا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

زینب حیران ہوئی۔جواباً وہ ماتھے پر بل لئے مزید خفگی سے بولا۔

"جانتی ہو نا تم میں ابو سے کتنا ڈرتا ہوں۔جان کر مجھے تنگ کرنے کو یوں بولتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اور اس کی بات سن کو بے اختیار زینب کا قہقہہ بلند ہوا جسے اس نے فوراً منہ پر ہاتھ رکھ کر دبا دیا۔اب وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

سبزہ زار پر کھڑا وہ جل کڑھ رہا تھا اور زینب کی ہنسی ہی کنٹرول نہیں ہو رہی تھی۔

"مطلب، سیریئسلی، اتنا ڈر۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنی ہنسی کو قابو کرتے ہوئے اس نے حیرانی سے کہا۔

"زینب۔۔۔"

اب کے وہ ناراضگی سے بولا تو زینب فوراً مدافعانہ انداز میں بولی۔

"اچھا بابا، سوری سوری۔اب نہیں کہتی۔"

"بہتر ہے۔ورنہ یار۔میں واقعی ڈر گیا تھا۔۔۔۔۔۔"

وہ رُکا۔ہاتھ دل کے مقام پر رکھا۔پھر بولا۔

"یہ دیکھو میرا دل زور زور سے دھڑکنا شروع ہو گیا ہے۔کم از کم بھی پچھلے منٹ میں میرا ہارٹ بیٹ ریٹ دو سو رہا ہو گا۔بلکہ ابھی بھی ہو گا۔میں تو کہتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بس بس۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

زینب ے اس کی چلتی زبان کو بریک لگوایا۔

"مجھ پر یہ علم جھاڑنے سے پہلے سو دفعہ سوچو جناب! کیونکہ میں بھی میڈیکل کی ہی سٹوڈنٹ ہوں۔بہت زیادہ بھی چونکے ہو تو ایک سو بیس، تیس سے زیادہ نہیں گیا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

دوسری طرف اس کا منہ کھل گیا۔لیکن وہ اپنی رو میں کہے جا رہی تھی۔

"ویسے میں سوچ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

انگلی پر لٹ لپیٹتی وہ رُکی۔آنکھیں اوپر اٹھا کر کچھ سوچا پھر اپنے عمل کو جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"کہ جتنا تم انکل سے ڈرتے ہو نا۔شادی کے بعد میں نے ان کی ایک ڈمی بنوا کر اپنے ساتھ رکھ لینی ہے۔پھر میری کسی فرمائش کو نا کر کے دیکھانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"واہ واہ۔۔۔۔۔۔"

اس نے جیسے ہاتھ اٹھا کر اس کی سوچ کو داد دی اور دوبارہ چلنے لگا۔ سوچوں کا تسلسل بالکل ٹوٹ چکا تھا۔

"میری بلی مجھے میاؤں۔۔۔۔"

"جی بالکل۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اِترائی۔

"تیز ہوتی جا رہی وہ۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ مشکوک ہوا۔

"تمھاری صحبت کا اثر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اب تم الزام لگا رہی ہو۔۔۔۔"

"نہیں میں تو حقیقت بتا رہی ہوں۔۔۔۔"

وہ شوخ ہوئی تھی اور اس جملے کے بعد ارسم نے محسوس کیا کہ وہ آج کافی اچھے موڈ میں ہے۔ آنٹی کی ڈیتھ کے بعد ان کے بات صرف وانیہ، غزل یا آنٹی کی باتوں تک ہی رہتی تھی۔ عرصہ ہو گیا انہوں نے ایسے بات نہیں کی تھی۔ اس نے فوراً دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کی نظر اتاری اور دعا دی کے اللہ اس کی خوشیاں سلامت رکھے۔

"ارسم۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

جب وہ کافی دیر خاموش رہا تو زینب نے پکارا۔ وہ سمجھی لائن ڈسکنیکٹ ہو چکی ہے۔

"جی جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ فوراً بولا۔ زینب فکر مند ہوئی۔

"کیا ہوا۔ چپ کیوں ہو گئے۔ کیا سوچ رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

"وہ میں سوچ رہا تھا کہ آج تم بہت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ایک منٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

باہر سے کچھ آواز آئی تو زینب نے اسے خاموش کروایا۔ پھر ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ جو چچی کی کسی بھی قسم کی آواز آنے کی وجہ سے اس نے کھلا رہنے دیا تھا۔ وہ آہستہ سے اٹھی۔ دوپہر کے وقت تیسرے پورشن پر کسی کو کیا کام۔۔۔؟ سوچتے ہوئے اس نے اپنا ڈوپٹہ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور دروازے تک آئی۔ بال ایسے ہی کھلے تھے۔ موبائل اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔

دوسری طرف ارسم خاموش رہا۔ وہ منتظر تھا کہ زینب اسے خود بلائے تو وہ بولے۔

زینب نے دروازے کی درز سے باہر جھانکا۔ باہر چھوٹا سا ٹی۔ وی لاؤنج تھا۔ جو اس وقت خالی تھا۔ مخالف سمت میں سیڑھیاں تھیں جہاں سے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔

کوئی سیڑھیوں کے ساتھ لگی گرل سے کوئی چیز بجاتا اوپر آ رہا تھا۔

"کون۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے گردن آگے کر کے دیکھنا چاہا۔اس سے پہلے کہ وہ فون کان سے لگا کر بعد میں کال کرنے کا کہہ کر فون کاٹتی اوپر آنے والے کا چہرہ واضح ہوا۔

"موحد بھائی،اس وقت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

نوارد کا چہرہ دیکھ کر وہ اچھنبے سے بڑبڑائی۔ساتھ ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے ڈوپٹہ سر پر ٹکایا۔

"لانگ ٹائم زینب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

دور سے اسے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اس کے پاس آتے تک وہ خوشگوار لہجے میں بولا تھا۔زینب نے دیکھا وہ شاید آفس والے بلیو ڈریس میں ہی ملبوس تھا۔بس کوٹ اور ٹائی نہیں تھی۔اس کی آواز سن کر جہاں زینب کے تاثرات بدلے وہیں ارسم کی بھی رگیں تن گئیں۔

"موحد بھائی،آپ اس وقت۔آپ کو مجھ سے کوئی کام تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

زینب نے فون پر گرفت سخت کرتے ہوئے اعتماد سے کہا تھا۔ورنہ جیسے وہ مسکراتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس کا رہا سہا اعتماد بھی جاتا جا رہا تھا۔

"ہاں کام ہی تھا اور بہت ضروری کام تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"جی بولیں۔۔۔۔"

زینب کے ہاتھ پسینے سے بھیگ رہے تھے لیکن وہ اپنے تاثرات نارمل رکھے ہوئی تھی۔ وہ دو قدم آگے آیا۔ زینب پیچھے بھی نہ ہوئی تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ خوف کے زیرِ اثر ہے۔

"کل شام میں ایک فیملی تمھیں دیکھنے آئے گی۔ ابو تمھیں ان سے ملنے کیلئے بلوائے گے۔ ان کے جانے کے بعد ابو تمھیں بلا کر پوچھے گے لڑکا کیسا لگا۔ تم کہو گی ٹھیک ہے۔ وہ تمھاری بات پکی کرنے کا پوچھے گے تو تم کہو گی جیسے آپ کی مرضی۔ اس سے زیادہ ایک لفظ نہیں

"آئی سمجھ"۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

اگلی قسط دو ہفتے بعد

www.novelsclubb.com